ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

8 محرم الحرام 1444ھ | اگست 2022ء

مؤمنین اہل سنت کو اسلامی سال نو 1444 ہجری مبارک ہو

عزم وہمت اور صبر واستقامت کے
92 سال

سید شباب اہل الجنۃ

دس محرم الحرام یوم شہادت

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

برحقِ علیؓ ۔ اللہ اکبر ۔ محمدؐ پیمبر ۔ صحابہؓ ۔ خلافتِ صحابہؓ زندہ باد ۔ ختمِ نبوت زندہ باد ۔ اسلامی شورائی نظام پائندہ باد ۔ برحقِ معاویہؓ

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مومنین اہلِ سنّت کو اسلامی سالِ نو سنہ ۱۴۴۴ھ مبارک

بیاد

قتیلِ سازشِ ابنِ سباء، مظلومِ کربلا، شہیدِ جور و جفا
صاحبِ صدق و صفا پیکرِ حلم و حیاء، مجسمۂ ایثار و وفا، نواسۂ
مصطفےٰ زعیمِ حق و غیرت، فخرِ اہلبیت، سبطِ رسول، سوارِ دوشِ
رسولؐ جگر گوشۂ بتولؓ ریحانۃ النبی ولی ابنِ ولی شہید ابن شہید

صبغۃ اللہ سیدنا ابو عبداللہ **حسین ابنِ علی** سلام اللہ و رضوانہ علیہما

۴۹ ویں قدیمی سالانہ مجلسِ ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ

۱۰ محرم ۱۴۴۴ھ

۱۰ بجے تا نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

خطیب بنی ہاشم

آلِ نبی اولادِ علی نواسۂ امیرِ شریعت حضرت مولانا

سید محمد کفیل بخاری

علماء اور دانشور بارگاہِ حسینی میں ہدیۂ عقیدت و محبت تاریخ و سیرت کی روشنی میں تذکارِ افکارِ حسین، مصائب و حقائق اور حقیقتِ حادثہ کربلا بیان کریں گے

نوٹ: مجلسِ ختمِ قرآن: ہدیہ برائے ایصالِ ثواب شہدائے کربلا ۱۰ تا ۱۱ بجے صبح

مجلسِ محبانِ آلؓ و اصحابِ رسولؐ ملتان

سیدنا ابوبکر صدیق خلیفہ اول
سیدنا عمر فاروقِ اعظم خلیفہ دوم
سیدنا عثمانِ غنی خلیفہ سوم
سیدنا علی المرتضیٰ خلیفہ چہارم
سیدنا حسن مجتبیٰ خلیفہ پنجم
سیدنا امیر معاویہ خلیفہ ششم

صلوات اللہ وسلام اللہ ورضوانہ علیہم

بیاد سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 33 شمارہ 08 اگست 2022ء / محرم الحرام ۱۴۴۴ھ

Regd.M.NO.32

تشکیل

اداریہ	پنجاب کا سیاسی بحران ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات	سود کے خلاف مہم اور ہمارا کردار	عبداللطیف خالد چیمہ	4
//	یوم تحفظ ختم نبوت.........یوم قرارداد اقلیت	//	5
افکار	فیٹف کے اسلام و وطن کش مطالبات کی تکمیل سود کا تحفظ اور دینی اقدار کا خون	شیخ الحدیث مولانا زبیر احمد صدیقی	7
دین و دانش	سیدنا ابوبکرؓ در لشکر اسامہؓ شبہ کا ازالہ	عطا محمد جنجوعہ	11
//	جنت نشان	شاہ بلیغ الدین مرحوم	13
//	شہید اعظم سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	//	15
//	سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ابو مروان معاویہ واجد علی ہاشمی	19
ادب	لفظ عطا کرنے والے کے لیے کچھ لفظ	سعود عثمانی	23
//	امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے فراق میں	پروفیسر خالد شبیر	24
یادیں	شہر سارے محترم ملتان پھر ملتان ہے	حبیب الرحمٰن بٹالوی	25
//	فلسفہ محبت اور ہمارے اکابر	انیس الرحمٰن	28
شخصیات	سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور تصویر کشی	نور اللہ فارانی	36
//	استاذ العلماء حافظ عبدالرشید خلیق رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر ضیاء الحق قمر	42
خطاب	واقعات سیرت طیبہ و سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم قسط نمبر (4)	جانشین امیر شریعت، امام اہل سنت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ	44
مطالعہ قادیانیت	قادیانیت کا ضروری تعارف	حضرت مولانا مفتی عبدالقدوسؒ	49
آپ بیتی	سرخ لکیر قسط نمبر 3	ماسٹر تاج الدین انصاری مرحوم	53
اخبار الاحرار	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	59
ترحیم	مسافران آخرت	ادارہ	63

★ ★ ★ ★

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎ 061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوۃ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

فیضانِ نظر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید عطاء اللہ ثالث بخاری

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ---- 300/- روپے

بیرون ملک ---- 5000/- روپے

فی شمارہ ---- 30/- روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم۔ ڈی۔ اے چوک ملتان

دل کی بات

سید محمد کفیل بخاری

پنجاب کا سیاسی بحران

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

پاکستان کی سیاست میں پنجاب کا ہمیشہ کلیدی کردار رہا ہے۔ گزشتہ تین مہینوں سے جاری پنجاب کا سیاسی بحران بظاہر اپنے منطقی انجام کو پہنچا مگر............

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

من حیث الجماعت مسلم لیگ کے بارے میں ہماری رائے کبھی مثبت نہیں رہی۔ ملک، قوم اور مذہب کے حوالے سے مسلم لیگ کا دامن اُجلا نہیں۔ لیگ کا ماضی اور حال خود اس پر شاہد ہے اور مستقبل میں بھی اس سے خیر کی کوئی توقع نہیں۔

تاریخی طور پر مسلم لیگ سے ہی پیپلز پارٹی نے جنم لیا اور پھر ان دونوں کے ملاپ سے پاکستان تحریک انصاف ولادت پذیر ہوئی۔ ان سب کی دادی اماں یونینسٹ پارٹی پنجاب تھی جو قیام پاکستان سے قبل پنجاب کی حکمران جماعت تھی۔ سر فضل حسین، سر سکندر حیات اور سر محمد شفیع اس کے لیڈر تھے۔ انگریزوں کے خطاب یافتہ، مراعات یافتہ اور سند یافتہ سَروں خان بہادروں، نوابوں اور جاگیرداروں پر مشتمل ٹوڈیوں کے خاندانوں نے ہی پنجاب پر حکومت کی۔ آج بھی انہی کی اولادیں اپنا موروثی حق سمجھتے ہوئے تختِ پنجاب پر قابض ہیں۔

پی ٹی آئی کو اپنی پوری پارٹی میں عثمان بزدار جیسے ''بھولے'' شخص کے علاوہ کوئی نہ ملا اور ن لیگ کو پوری جماعت میں حمزہ شہباز شریف کے سوا کوئی قابل آدمی نظر نہ آیا۔ قیادت کے اس قحط میں اقتدار کا ''ہما'' چودھری پرویز الٰہی کے سر پر بیٹھا اور عدالت عظمیٰ نے پنجاب کی ''پگ'' چودھری صاحب کے سر پہ رکھ کر انھیں سرفراز کیا۔

چودھری پرویز الٰہی صاحب کے حوالے سے یہ بات خوش آئند ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت اور دیگر دینی معاملات کے حوالے سے اُن کی پُرخلوص آئینی و قانونی خدمات قابلِ تحسین ہیں۔ اُن کا دامن مسلم لیگ ن کے مقابلے میں بہت اجلا اور کھرا ہے۔

یہ راز تو مستقبل کا مؤرخ ہی فاش کرے گا کہ حکمران اتحادی جماعتوں کو کس ارسطو نے عدم اعتماد کے ذریعے حکومت لینے کا مشورہ دیا تھا۔ ہمارے نزدیک تو یہ کوئلوں کی دلالی میں منہ کالا کرنے کے مترادف ہے۔ پولیٹیکل سائنس کے ماہرین تو روزِ اوّل سے کہہ رہے ہیں کہ عمران خان کی ساڑھے تین سالہ ناکامیوں کا بوجھ منظّم منصوبہ بندی کے ساتھ اتحادیوں پر ڈالا گیا ہے۔ اسے سیاسی مظلوم اور طاقت ور ہیرو بنا کر دوبارہ اقتدار میں لانے کی راہ

ہموار کی گئی ہے۔ طرفہ تماشا ہے کہ فوری انتخابات کا مطالبہ پہلے پی ڈی ایم اور پیپلز پارٹی کرتی تھی، اب پی ٹی آئی کر رہی ہے۔

وطن عزیز میں پون صدی سے یہ جمہوری تماشا جاری ہے۔ صرف انتخابات ہی مسائل کا حل نہیں۔ جب تک نظام درست نہیں کیا جائے گا، آئین کے مطابق ملک میں مکمل اسلامی نظام نافذ نہیں کیا جائے گا، یہ ناٹک جاری رہے گا۔ حالات ایسے ہی رہیں گے بلکہ اس سے بھی بدتر ہوں گے۔

بے بس اور مجبور عوام کی عزت صرف ایک دن کی ہے۔ ووٹ دینے کے بعد وہ تمام سیاسی و شہری حقوق سے محروم ہو جاتی ہے۔ جن کو منتخب کر کے اسمبلی میں بھیجتی ہے، وہاں پہنچ کر اُن کی بولیاں لگتی ہیں اور وہ اپنی اپنی قیمت پر دوسری پارٹیوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ قوم کا حافظہ بھی بہت کمزور ہے۔ دو تین مہینوں میں ساڑھے تین سال کی تمام تکالیف خصوصاً مہنگائی تک بھول گئی ہے۔

حکومت کی ہیئت ترکیبی پر ہنسی آتی ہے

وزیراعظم شہباز شریف: مسلم لیگ ن

وزیراعلیٰ پنجاب: چودھری پرویز الٰہی، مسلم لیگ ق

سندھ..................پیپلز پارٹی

خیبر پختونخوا............پی ٹی آئی

بلوچستان..................باپ

اس پر سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے۔

بے وقوف لوگ ہیں عوام
رہ گئے غلام کے غلام
لوٹ مار چھین شادباد

جو نظام ملک پر مسلط ہے اور جو قوتیں اسے چلا رہی ہیں، ان کے ہوتے ہوئے اصلاح کی کوئی اُمید باقی نہیں رہی۔ کسی شخص کا احترام رہا نہ کسی ادارے پر اعتماد، گالی گلوچ، بدتمیزی اور بدتہذیبی نے سیاسی اخلاق تباہ کر دیا ہے۔

وفاقی حکومت دو تین ووٹوں پر کھڑی ہے۔ یہی حال پنجاب حکومت کا ہے۔ وزیراعلیٰ چودھری پرویز الٰہی 186 ووٹوں کے ساتھ 179 کی اپوزیشن کے سامنے کیسے اور کب تک چلیں گے؟

کیا چودھری صاحب مستقبل میں عمران خان کے لیے مشکلات تو پیدا نہیں کریں گے؟

غیر ممکن ہے کہ حالات کی گتھی سُلجھے
اہل دانش نے بہت سوچ کے اُلجھائی ہے

عبداللطیف خالد چیمہ

سود کے خلاف مہم اور ہمارا کردار

وفاقی شرعی عدالت اسلام آباد کی جانب سے انسداد سود کے حوالے سے جو تاریخی فیصلہ 26 رمضان المبارک 1443ھ کو آیا اسکا ملک بھر میں پرجوش خیر مقدم کیا گیا لیکن اس کے ساتھ ہی یہودی وسودی معیشت کے دیرینہ حامیوں کی طرف سے سپریم کورٹ میں اپیل میں جانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔حکومتی ایماء پر اسٹیٹ بینک آف پاکستان سمیت چار بنکوں نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کی اور غالبا 26 اداروں یا افراد کی جانب سے اپیلیں دائر ہوئیں, جماعت اسلامی پاکستان کے نائب امیر ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، تنظیم اسلامی پاکستان کے حافظ عاطف وحید نے انسداد سود کے حوالے سے ایک طویل جنگ لڑی ہے۔جبکہ تحریک انسداد سود پاکستان کے کنوینر مولانا زاہدالراشدی نے اس عدالتی جنگ کو پوری طرح کمک پہنچائی اور جلا بخشی ہے۔مجلس احرار اسلام نے پوری طرح یکسوئی کے ساتھ مذکورہ شخصیات کا ساتھ دیا ہے اوران شاء اللہ تعالی یہ سلسلہ شرح صدر کے ساتھ جاری رہے گا۔المیہ یہ ہے کہ مقتدر حلقے،حکمران وسیاست دان، اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سود کی شکل میں جنگ جاری رکھنے پر مصر ہیں تاکہ ہم آئی ایم ایف سمیت عالمی اداروں کے طوق غلامی کو اتارنے کی طرف کوئی ٹھیک قدم نہ بڑھا سکیں۔ کہنے والے تو یہ کہتے ہیں کہ جب تک امارت اسلامی افغانستان اور امریکہ ویورپ (عالم کفر) کے مابین کوئی مناسب سمجھوتہ نہیں ہو پاتا تب تک اتحادی حکومت اوراپوزیشن کی محاذ آرائی بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے تاکہ پاکستان کی قوم اور حکومت یکسو ہوکر امارت اسلامی کی پشت پر کھڑی نہ ہوسکے۔ بہر حال شہباز حکومت نے ایک ٹاسک فورس بنادی ہے جو وفاقی شرعی عدالت کے سود کے خلاف تاریخی فیصلے کے مندرجات کا جائزہ لے کر اسے قابل عمل بنانے میں معروضی رکاوٹوں کا جائزہ لے گی جو بظاہر تو خوش آئند ہے،لیکن بادی النظر میں وقت نکالو پالیسی کا ہی حصہ محسوس ہورہا ہے۔اس نازک صورت حال کا جائزہ لیکر دینی حلقے اس ایشو پر رائے عامہ کو منظّم و بیدار کرنے کیلئے مصروف عمل ہیں اس سلسلے میں متعدد اجلاس ہو چکے ہیں۔

23/جولائی 2022ء ہفتہ کو تحریک انسداد سود پاکستان کے کنوینر مولانا زاہدالراشدی کی دعوت پر ایک مشترکہ اجلاس گیارہ بجے دن آسٹریلیا مسجد لاہور میں ہوا جس میں صورت حال کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد جو پریس ریلیز جاری کی گئی اس کا متن درج ذیل ہے۔مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ سودی نظام کے حولے سے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے پر عملدرآمد کیلئے قائم کی جانے والی ٹاسک فورس کو مؤثر بنانے کیلئے پہلے مرحلہ میں فیصلے کیخلاف سپریم کورٹ میں دائر کی جانے والی اپیلوں کی واپسی کو یقینی بنایا جائے کیونکہ اپیلوں کی واپسی کے بغیر ٹاسک فورس کوئی عملی قدم اٹھا نہیں سکے گی۔ یہ مطالبہ لاہور میں تحریک انسداد سود پاکستان کے کنوینر

مولانا زاہد الرشدی کی دعوت پر منعقد ہونے والے مشترکہ اجلاس میں کیا گیا۔ جس کی صدارت مولانا عبدالغفار روپڑی نے کی۔ اجلاس میں ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، ڈاکٹر محمد راغب حسین نعیمی، حافظ عاطف سعید، سردار محمد خان لغاری، مولانا ڈاکٹر حافظ محمد سلیم، قاری جمیل الرحمٰن اختر، عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد عثمان، مفتی انتخاب نوری، مولانا محمد سرفراز معاویہ، حافظ شاہد الرحمٰن، حافظ میاں محمد گلفام، میاں عبدالوحید ایڈووکیٹ، عبداللہ مہاجر، عبدالکریم قمر اور دیگر رہنماؤں نے شرکت کی۔ اجلاس میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کیخلاف اپیل کرنے والے تمام فریقوں سے کہا گیا ہے کہ وہ یوم آزادی سے قبل اپنی اپیلیں واپس لیں ورنہ ان کیخلاف عوامی تحریک منظّم کی جائے گی جس کے لائحہ عمل کا اعلان ستمبر کے دوران منعقد ہونے والی آل پارٹی انسداد سود کانفرنس میں کیا جائے گا اور پورے ملک میں ان کیخلاف بائیکاٹ کی مہم چلائی جائے گی۔ اجلاس میں کہا گیا ہے کہ جن سوالات کے حوالے سے فیصلے کو متنازع بنانے کی بات ان اپیلوں میں کی گئی ہے ان سب سوالات کے جوابات اور ان کا حل وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے اور اس سے قبل اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ اور اسی سلسلہ میں ماضی میں قائم کیے گئے آئی اے حنفی کمیشن اور راجہ ظفر الحق کمیشن کی رپورٹوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ اجلاس کی طرف سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ ان کمیشنوں کی رپورٹس دوبارہ منظر عام پر لائی جائیں اور طے شدہ معاملات کو پھر سے ری اوپن کر کے خواہ مخواہ کے تاخیری حربے اختیار کرنے سے گریز کیا جائے۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ ٹاسک فورس میں توسیع کر کے اس میں تمام مکاتب فکر کی مؤثر نمائندگی کو یقینی بنایا جائے۔ اور معیشت کے شرعی ماہرین کو زیادہ سے زیادہ نمائندگی دی جائے۔ اجلاس میں ملک بھر کے دینی حلقوں اور طبقات سے اپیل کی گئی ہے کہ سنجیدگی کے ساتھ اس مہم میں کردار ادا کریں اور تحریک ختم نبوت طرز کی عوامی جدوجہد کیلئے اپنے حلقوں کو تیار کریں۔ اجلاس میں سٹیٹ بینک آف پاکستان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ ایک طرف وفاقی شرعی عدالت کیخلاف اپیل میں کھڑا ہے اور دوسری طرف عملدرآمد کی ٹاسک فورس میں بھی شریک ہے، جو قطعی طور پر متضاد رویہ ہے اس لیے سٹیٹ بینک اپنی پوزیشن واضح کرے کہ اس کا اصل مؤقف کیا ہے۔ اجلاس کے بعد مولانا زاہد الراشدی نے کہا کہ وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ ملک میں سودی مالیاتی نظام کی تبدیلی اور قرآن وسنت کی عملداری کیلئے فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس میں ہمیں پوری سنجیدگی اور ادراک کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑنی ہوگی اور ہم اس کیلئے پوری طرح تیار ہیں۔

یوم تحفظ ختم نبوت............ یوم قرارداد اقلیت

7/ستمبر 1974............7/ستمبر 2022

تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت 1974ء سے نوے سال قبل تب جاری ہوئی جب مرزا غلام قادیانی نے اپنی نبوت کا ذبہ کا دعوی کیا تھا۔ برصغیر میں علماء لدھیانہ، علماء اہلحدیث، علماء بریلی سب نے انفرادی اور اجتماعی طور پر اس فتنے کا ہر سطح پر محاسبہ کیا لیکن علماء دیوبند نے تو محض اللہ کی توفیق سے اس کا حق ادا کر دیا اور آخر کار اس کا سہرا بھی انہیں

کے سرسجا،تحدیث نعمت کے طور پرعرض ہے کہ ہم فقیروں نے کوئی چارعشرے پہلے سات ستمبر یوم تحفظ ختم نبوت کی داغ بیل ڈالی، کچھ مہربان تو اس پر چونکے بھی لیکن آہستہ آہستہ چارسو اس کی خوشبوویں پھیلنے لگیں اور بیرون ممالک بھی یہ دن منایا جانے لگا، جو جماعتیں ادارے اور شخصیات اس محاذ پر اندرون ممالک اور بیرون ممالک خدمات سرانجام دے رہی ہیں یہ سب احرار کا صدقہ جاریہ ہے اور ہم ان کی خدمات کے معترف بھی ہیں۔آج سے اڑتالیس سال قبل پیپلز پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور اقتدار میں پارلیمنٹ کے فلور پر لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو دستوری طور پر یہ مسئلہ طے ہو گیا کہ مرزائی مسلمان نہیں ہیں۔لیکن مرزائیوں نے انفرادی اور اجتماعی طور پر اس فیصلے کو نہ صرف تسلیم نہ کیا بلکہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اس فیصلے کے خلاف صف آراء بھی ہوئے اور اب بھی ہیں۔آنجہانی ڈاکٹر عبدالسلام نے پاکستان کو لعنتی ملک قرار دیا اور قادیانیوں نے بین الاقوامی سطح پر پروپیگنڈہ مہم شروع کر دی جو آج تک جاری ہے۔سابقہ اور موجودہ حکمرانوں نے عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا اور مرزائیوں کو نوازا، آذربائیجان کا پاکستانی سفارت خانہ بلال نامی قادیانی سفیر کے مکمل نرغے میں ہے جبکہ چناب نگر (ربوہ) سمیت ملک بھر میں تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت جیسے قوانین پر عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ایسے میں اگلے مہینے یعنی سات ستمبر کو یوم تحفظ ختم نبوت منانے کیلئے ابھی سے تیاریاں شروع ہو گئی ہیں، اور اس کی صدائے بازگشت دنیا بھر میں سنی جائے گی۔مجلس احرار اسلام پاکستان کی جملہ ماتحت شاخوں اور ذیلی اداروں کو فوری توجہ دلائی جاتی ہے کہ سات ستمبر کو یوم تحفظ ختم نبوت منانے کا اہتمام کریں اور تمام مکاتب فکر کے علماء کو مقامی وعلاقائی سطح پر مدعو کرنے کا ضروری اہتمام بھی کریں۔اللہ تعالی ہم سب کا حامی و ناصر ہو، آمین یارب العالمین

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

شیخ الحدیث مولانا زبیر احمد صدیقی

فیٹف کے اسلام و وطن کش مطالبات کی تکمیل

سود کا تحفظ اور دینی اقدار کا خون

منی لانڈرنگ اور دہشت گردی کی مالی معاونت کی نگرانی کرنے والے عالمی ادارے فنانشل ایکشن ٹاسک فورس

(financial action task force)

جس کا مخفف ''ایف اے ٹی ایف'' یا ''فیٹف'' ہے نے مورخہ ۱۷ جون 2022ء کو جرمنی کے دارالحکومت برلن میں ہونے والے اپنے اجلاس میں پاکستان کے گرے لسٹ سے نکلنے کے لیے اٹھائے گئے اقدامات پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان نے 34 دفعات پر عمل مکمل کرلیا ہے لہٰذا ایف اے ٹی ایف کی ٹیم اکتوبر 2022ء میں پاکستان کا وزٹ کر کے ان اقدامات پر غور کرے گی اور اس موقع پر گرے لسٹ سے اخراج یا عدم اخراج کا فیصلہ کیا جائے گا۔

ایف اے ٹی ایف کے اس بیان پر موجودہ اور سابقہ حکمران نہ صرف جشن منا رہی ہیں بلکہ یہ جماعتیں اور ملکی ادارے، گرے لسٹ سے اخراج سے قبل ہی اس کارنامہ کا کریڈٹ لینے کے لیے سرگرم ہیں۔ عوام کی اکثریت اس سے بے خبر ہے کہ ایف اے ٹی ایف کیا ہے، گرے لسٹ میں رہنے اور نکلنے سے پاکستان کے کیا فوائد و نقصانات ہیں، نیز وہ کونسے اقدامات ہیں جو گرے لسٹ سے نکلنے کے لیے اٹھائے گئے ہیں، ان اقدمات سے ملک اور دین کا کتنا نقصان ہوا؟ نیز نسل نو اور آئندہ نسلوں کی دینی شناخت نیز ملکی سلامتی اور ایٹمی اثاثہ جات کس قدر خطرے میں پڑ گئے ہیں۔

اسی تناظر میں مذکورہ بالا امور اور مؤرخہ 25 جون 2022ء کو وفاقی شرعی عدالت کے سود اور سودی نظام کے خاتمے کے تاریخی فیصلے کے خلاف اسٹیٹ بینک پاکستان، الائیڈ بینک، مسلم کمرشل بینک، یونائیٹڈ بینک، نیشنل بینک اور حبیب بینک وغیرہ کی جانب سے سودی نظام کی بقاء اور تحفظ کے لیے سپریم کورٹ میں کی جانے والی اپیل کا سطور ذیل میں جائزہ لیا جا رہا ہے۔

ایف اے ٹی ایف 1989ء میں عالمی طاقتوں کی جانب سے قائم کردہ عالمی ادارہ ہے جس کے ممبران شروع میں امریکہ، برطانیہ، جاپان، اٹلی، فرانس اور چین تھے، یہی ممالک اس ادارے کے بانی ہیں بعد میں دیگر ممالک بھی اس ادارے میں شامل ہوگئے اور اب ان کی تعداد 39 ہے۔

اس ادارے کے قیام کا مقصد دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں تعاون نہ کرنے والے ممالک اور دہشت گردوں سے تعاون کرنے والے ممالک پر نظر رکھنا، انہیں معاشی طور پر کمزور کرنا، ان کے گرد گھیرا تنگ کرنا اور

دنیا کو ان ممالک سے قطع تعلق کرانا بتایا جاتا ہے، یہ ادارہ ایسے ممالک کو جو مذکورہ بالا مقاصد کو پورا نہیں کرتے، گرے لسٹ میں ڈال کر ان کی معاشی ناکہ بندی کرتا ہے، عموماً مذہبی شناخت رکھنے والے مسلمان ممالک اور مغرب کی پالیسیوں سے اختلاف رکھنے والے ممالک کو بلیک یا گرے لسٹ میں ڈال کر انہیں بلیک میل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، دوسرے لفظوں میں امریکہ کی جانب سے دہشت گردی کے نام پر شروع کی گئی جنگ جو حقیقت میں اسلام دشمنی کی جنگ تھی جسے طالبان نے افغانستان میں امریکہ کو شکست دیکر اپنے ملک میں دفن کر دیا ہے، میں امریکہ کا ساتھ نہ دینے والے اور ان کی توقعات پر پورا نہ اترنے والے ممالک ایف اے ٹی ایف کی زد میں آئے، گویا دیگر وجوہ کے ساتھ ساتھ اسلام دشمنی اور مذہب دشمنی گرے لسٹ سے بچاؤ اور نکلنے کا ذریعہ اور اسلام و مذہب سے دوستی بلیک یا گرے لسٹ میں جانے کا ذریعہ بنا دیے گئے اس کے ساتھ منی لانڈرنگ کو روکنا اور ملکوں میں ٹیکس کا نظام مضبوط کرانا بھی اس ادارے کے مقاصد بتلائے جاتے ہیں۔ پاکستان کو تین بار فیٹف کی طرف سے گرے لسٹ میں شامل کیا گیا:

۱)... مؤرخہ 28 فروری 2008ء کو پہلی مرتبہ پاکستان کو گرے لسٹ میں شامل کیا گیا تاہم جون 2010ء میں پاکستان کی جانب سے مثبت پیش رفت پر پاکستان کا نام اس فہرست سے خارج کیا گیا۔

۲)... مؤرخہ 12 فروری 2012ء کو دوسری بار پاکستان کو گرے لسٹ میں شامل کیا گیا اور 2015ء تک پاکستان اس فہرست میں شامل رہا اور بالآخر اس سے نکال دیا گیا۔

۳)... تیسری بار ملک کو 2018ء میں فیٹف کی گرے لسٹ میں شامل کیا گیا اور تاہنوز پاکستان اس فہرست میں شامل ہے، اس بار پاکستان کو فیٹف نے 34 دفعات پر مشتمل ایک طویل فہرست دے کر اس پر عملدرآمد کرنے کا کہا، ان 34 مطالبات کو حکومت پاکستان نے اس طرح پورا کرایا کہ فیٹف صدر نے بھی اس پر اظہار اطمینان کر دیا۔

ایف اے ٹی ایف کے مطالبات میں بیشتر مطالبات اسلام اور اور مذہب دشمنی پر مشتمل تھے، بعض مطالبات کا تعلق ملکی دفاع اور سلامتی سے بھی تھا، بعض مطالبات سے عوام بلاواسطہ متاثر ہوئی لیکن صد افسوس کہ فیٹف کی خوشنودی اور عالمی طاقتوں کی بلیک میلنگ میں ریاست نے دین، مذہب، ملک، دفاع اور عوام کا دھڑلے سے خون کیا اور اب سیاسی جماعتیں اور ادارے دین، ملک اور عوام کے قتل کا کریڈٹ لینے کے لیے کوشاں ہیں۔

وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

افسوس کا عالم یہ ہے کہ گرے لسٹ میں شامل ۳۲ ممالک بشمول متحدہ عرب امارات، ترکی، شام اور یمن کے کسی ملک نے بھی اپنی سالمیت، اپنے مذہب اور اپنی عوام کی بہبود سے دستبرداری اختیار نہیں کی، یہ صرف ہمارے ہی طبقات ہیں جنہوں نے ملک وملت، دین ومذہب، ثقافت وتمدن اور عوامی مفادات کا قتل عام کر کے جشن منانا شروع کر دیا ہے۔

فیٹف کے دباؤ پر ہونے والی قانون سازیوں اور اقدامات کا تذکرہ ہم اپنے مختلف مضامین میں کرتے رہے ہیں، ذیل میں ان کا اشاریہ پیش خدمت ہے:

۱)... اوقاف ایکٹ: اس قانون سے مساجد، مدارس، خانقاہوں اور رفاہی اداروں کے خاتمے نیز ان پر حکومتی قبضے کی راہ ہموار ہوگئی ہے۔

۲)... گھریلو تشدد بل: اس بل سے مادر پدر آزاد معاشرہ اور فحاشی اور بدکاری کی مزید ترویج ہوگی۔

۳)... چیرٹی ایکٹ: جملہ خیراتی اداروں کو کنٹرول کرنے کا منصوبہ

۴)... فحاشی وعریانی کی ترویج اور تحفظ نسواں بل۔

۵)... خواتین کے لیے اسلام مخالف قانون سازیاں، خاندانی نظام کے خاتمے کی کوشش، ہم جنس پرستی اور ''میرا جسم میری مرضی'' جیسے حیاء باختہ کلچر کا فروغ، خواتین کے حقوق کے نام پر خواتین سے متعلق اسلام مخالف اقدامات و قوانین، بالخصوص سیڈا کے خواتین سے متعلق قرارداد کے خلاف اسلام دفعات پر عملداراری۔

۶)... دینی مدارس کے خلاف اقدامات بالخصوص دینی مدارس کے لیے قربانی کی کھالیں جمع کرنے، چندہ کرنے اور ذرائع آمدنی پر پابندیاں، دینی مدارس کے اکاؤنٹس کی بندش، رجسٹریشن پر پابندی، دینی مدارس کو سکولوں میں بدلنے کی کوشش، ''ایک قوم ایک نصاب'' کے خوش کن نعرے کے روپ میں مغربی اور غیر اسلامی نصاب تعلیم کی ترویج۔

۷)... اسٹیٹ بینک کی عالمی اداروں کو حوالگی

۸)... انڈین جاسوس کلبھوشن کو اپیل کا حق اور اس کی رہائی کے لیے کی جانے والی قانون سازی

۹)... دہشت گردوں کی حمایت کے شبہ میں بیوروکریسی اور افسران کے خلاف اقدامات پر کی گئی قانون سازیاں

۱۰)... دہشت گردوں کی امداد کی آڑ میں تاجروں کی کڑی نگرانیاں، بینک ٹرانزیکشن پر محدود پابندیاں۔

۱۱)... اسلام اور مذہب دشمنی پر مبنی کثیر اقدامات

۱۲)... انسداد ریپ کے سلسلہ میں خصوصی عدالتوں کا قیام اور مجرم کو نامرد کر دینے کی غیر شرعی اور غیر معقول سزا۔

۱۳)... ذخیرہ اندوزی کے خاتمہ کے نام پر بیوروکریسی کے لامحدود اختیارات، مال ضبط کرنے اور ذخیرہ کی اطلاع دینے والے کو دس فیصد دینے کا قانون۔ دوسری جانب عالمی معاشی ادارہ آئی ایم ایف، ملک کو قرض دینے کے لیے عوام کش مہنگائی کی غیر معقول شرائط لگا کر حکمرانوں کو مطالبات سے چار ہاتھ آگے جانے اور عوام کے معاشی قتل کی راہ ہموار کر رہا ہے، روزانہ کے اعتبار سے مہنگائی بڑھ رہی ہے۔

الغرض ایف اے ٹی ایف اور آئی ایم ایف وغیرہ اداروں کے مطالبات پر قومی خودمختاری، قومی سلامتی، مذہبی شناخت اور عوامی مفادات پر مبنی دسیوں اقدامات کر کے قومی غیرت کا جنازہ نکال دیا گیا۔

مذکورہ بالا اقدامات تو ماضی میں اٹھائے گئے تھے، قوی اندیشہ اس بات کا ہے کہ عالمی اداروں کے نئے مطالبات پر مشتمل ایک نئی فہرست ریاست کو تھمائی جائے گی، اس فہرست میں ممکنہ طور پر درج ذیل خطرناک مطالبات شامل ہوسکتے ہیں:

۱)... دستور پاکستان کا خاتمہ یا ترمیم کے ذریعے اسلامی دفعات بالخصوص قرآن وسنت کی بالادستی، قانون ناموس

رسالت، قانون ختم نبوت اور سرکاری مذہب اسلام جیسی دفعات کا خاتمہ۔
۲)... ایٹمی تنصیبات سے ریاست کی دستبرداری اور عالمی طاقتوں کو حوالگی، اگر ریاست کی دباؤ قبول کرنے کی یہی پالیسی جاری رہی تو خطرہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں مطالبات بھی پورے کر دیے جائیں گے، نتیجتاً ملک کا وجود خطرہ میں پڑ جائے گا۔ خدا کرے ایسا نہ ہو لیکن حالات کا رخ یہی بتا رہا ہے کہ عیاش مزاج، ڈالروں کی بارش سے اللے تللے کرنے والے سیاسی زعماء اور افسران اپنی عیاشیوں کی خاطر ملک کا بھی سودا کر دیں گے۔
وفاقی شرعی عدالت کے سود کے خلاف فیصلے کو روکنے کی بینکوں کی اپیل:
اسی سلسلہ کی ایک کڑی حال میں وفاقی شرعی عدالت کے امتناع سود کے تاریخ ساز فیصلے کو غیر مؤثر کرنے کے لیے سٹیٹ بینک اور چار دیگر بینک ''یو، بی، ایل''، ''ایم، سی، بی''، ''نیشنل بینک''، ''الائیڈ بینک'' اور بعض اطلاعات کے مطابق ''حبیب بینک وغیرہ'' کی جانب سے سپریم کورٹ میں دائر کی جانے والی اپیل بھی ہے، سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت میں طویل عرصہ کیس چلتا رہا، عدالت نے ریاست کو سودی نظام کے خاتمے کے لیے پانچ سال کا طویل وقت بھی دیا کہ اس مدت کے بعد حکومت اپنی معیشت اور بینکنگ سیکٹر کو شرعی نظام میں ڈھالنے کی پابند ہو گی۔ لیکن اشرافیہ نے سنجیدگی سے سود کے خاتمہ کا کوئی اقدام نہ کیا، بلکہ اسے سبوتاژ کرنے کے لیے اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی سرپرستی میں مذکورہ بینکوں نے اپیل دائر کی۔ حالانکہ سود کا متبادل نظام بحمداللہ! دنیا میں متعارف ہو چکا ہے، دنیا بھر میں غیر سودی بینک کامیابی سے بینکاری کر رہے ہیں، حکومت پاکستان بھی اپنا نظام معیشت سود سے پاک کر سکتی تھی لیکن عالمی قوتوں کی خوشنودی اور مذہب دشمن پالیسی پر عمل پیرا ہو کر ایک مرتبہ پھر سود کے تحفظ کے لیے سپریم کورٹ کا سہارا لیا جا رہا ہے، ہماری عدالتیں بھی عالمی قوتوں کے زیر اثر ملک و مذہب کے خلاف فیصلے دینے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتیں، اس لیے عوام کا فرض ہے کہ وہ سودی بینکوں اور اداروں کا بائیکاٹ کر کے اپنی دنیا و آخرت سنواریں نیز دنیا کو پیغام دیں کہ اہل پاکستان اسلام اور احکام اسلام کو پسند کرتے ہیں، انہیں دین دشمن پالیساں ہرگز قبول نہیں، اس لیے ایسے بینکوں کا بائیکاٹ کر کے پیغام دیا جائے کہ اللہ اور رسول کی دشمنی ہرگز قبول نہیں کی جا سکتی۔
ہماری نظر میں ریاست کو عالمی اداروں کے سامنے مضبوط موقف رکھتے ہوئے ان کے اعتراضات و مطالبات کو یکسر مسترد کر دینا چاہیے، دہشت گردی کے نام پر شروع کی گئی جنگ حقیقت میں اسلام کے خلاف جنگ تھی جو مغرب ہار چکا، اس لیے ریاست جملہ عالمی مطالبات کو مسترد کرتے ہوئے اپنی پالیساں طے کرے اور اپنے وسائل کا درست استعمال کرتے ہوئے ملک کو انہیں پر چلانے کی کوشش کرے، عیاشیوں اور اللے تللے چھوڑ کر سادگی اپنائے، مغرب کی عالمی غنڈہ گردی کے شکار مظلوم ممالک کو ساتھ ملا کر توانا موقف اپنائے۔ اس طرح کی پالیسی سے وقتی طور پر ضرور مشکلات سامنے آئیں گی، لیکن ہمیشہ کے لیے عالمی بلیک میلنگ اور عوامی غیض و غضب سے ریاست محفوظ ہو جائے گی، بصورت دیگر ایک جانب عالمی طاقتوں کا دباؤ اور دوسری جانب عوامی غصہ حکمرانوں کو چین کی نیند نہیں سونے دے گا کیونکہ عوام کسی صورت ملک، مذہب اور اپنے مفادات سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔

عطا محمد جنجوعہ

سیدنا ابوبکرؓ در لشکر اسامہؓ شبہ کا ازالہ

اہل سنت خلیفۂ الرسول سیدنا ابوبکرؓ کے حق میں دلیل پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات مبارکہ کے آخری ایام میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا جبکہ امامیہ مجتہد شیخ محمد حسین نے تردید کی۔

’’تمام اہل سیر وتواریخ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر لشکر اسامہ بن زید میں داخل تھے......ان حالات میں یہ کیسے مقصود ہوسکتا ہے کہ آپ نے ابوبکر کو مسجد نبوی میں نماز پڑھانے پر مامور کیا تھا؟(اثبات الامامت ص78)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری ایام حیات میں صحابہ کرامؓ کو بلاد شام میں بلقاء نامی علاقہ کی طرف کوچ کرنے اور اہل موقہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا جب صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق تیار ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ان پر امیر بنا دیا۔

سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ یا سریہ میں نکلنے کے لیے لوگوں کے نام لے کر انھیں تلقین نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ عمومی طور پر ترغیب دیا کرتے تھے۔ پھر جناب کے پاس اتنے لوگ جمع ہو جاتے جن سے مقصود پورا ہوسکتا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی ایک کو ان پر امیر مقرر فرماتے پس اس لشکر میں بڑے بڑے مہاجرین وانصار صحابہ بھی شامل ہوگئے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ اس لشکر اسامہ میں شامل تھے یا نہیں اس بارے مورخین کا ایک قول یہ ہے کہ آپ اس لشکر میں شامل نہ تھے۔ انھوں نے جیش اسامہؓ میں شریک کبار صحابہ نے نام گنوائے ہیں ان میں کہیں بھی حضرت ابوبکرؓ کا نام نہیں آتا۔

المغازی (۱۱۱۸/۳) الطبری (۲۲۶/۳) سیر اعلام النبلاء (۴۹۸/۲)

حضرت اسامہؓ کے لشکر کا پرچم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سے قبل باندھ دیا گیا تھا پھر جب آپ بیمار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ جبکہ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر لشکر اسامہؓ میں داخل تھے آپ اس وقت کے حالات کو مدنظر رکھیں صحابہ کرام حضرت اسامہؓ کے ساتھ روانگی کے لیے تیار ہو چکے تھے آپ ان کو لے کر نکلے اور ’’جرف‘‘ میں پڑاؤ ڈالا تاکہ وہاں سے فوری روانگی کے لیے مستعد رہیں لیکن ایسے ہوا کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف بہت بڑھ گئی۔ حضرت اسامہؓ آپؐ کے پاس عیادت کے لیے تشریف لائے اور عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! آپ بہت کمزور ہو چکے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کی صحت یابی کی امید کرتا ہوں۔ آپ مجھے یہاں پر اس وقت تک رکھنے کی اجازت رحمت فرمائیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شفایاب کر دیں اگر میں اس حالت میں نکلا کہ آپ کی بیماری کا یہ حال ہے تو میرا دل آپ کی وجہ سے

پریشان رہے گا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے (ماخوذ منہاج السنۃ) (۴۸۸/۵)

تاریخ سے ثابت ہے کہ جو لوگ حضرت اسامہؓ کے ساتھ جرف میں تھے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض کا سن کر مدینہ لوٹ آئے تھے ان میں سیدنا ابوبکرؓ بھی شامل تھے۔

''جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام میں بلقاء کی ملحقہ سرحد پر زید بن حارثؓ، حضرت جعفر طیار اور حضرت ابن رواحہ شہید ہوئے تھے جانے کا حکم دیا تھا کہ وہ اس علاقہ کا قصد کریں انھوں نے جرف میں جا کر خیمے لگائے ان لوگوں میں حضرت عمر بن خطابؓ بھی شامل تھے۔

کہتے ہیں کہ ان میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے مستثنیٰ کر دیا تھا پس جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدت اختیار کر گیا تو انھوں نے وہیں قیام کر لیا۔ (تاریخ ابن کثیر جلد ششم ص 405)

اس فرمان کی تائید بخاری مسلم میں موجود ہے سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے تو فرمایا: (مُرُ وا أَبَا بكْرٍ فَلْيُصَلِّ بالنَّاسِ)

ابوبکر کو حکم دیں کہ نماز پڑھائیں (صحیح البخاری 679، صحیح مسلم 418)

سیدنا ابوبکر لشکر اسامہؓ میں داخل ہوئے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کے حکم سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ پیوند کاری سے منع فرمایا لیکن پیداوار کی کمی کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔

فریق ثانی اعتراض کر سکتے ہیں کہ مذکورہ بالا حوالے اہل سنت کی کتب سے مرقوم ہیں مولانا محمد عبدالحمید تونسوی نے ارشادات علی ص 34 پر امامیہ کی معتبر کتاب شرح نہج البلاغہ، درنجفیہ کے حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نیابت کے لیے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو امامت نماز کا شرف بخشا تھا۔

(''کان منه خفة مرضه يصلي بالناس بنفسه ......فلما اشتد به المرض امر ابابكر ان يصلي بالناس) (وان ابابكر صلى بالناس بعد ذالك يومين'' (شرح نهج البلاغه دره نجفيه ۲۲۵)

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک خود لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے جب تک مرض خفیف رہا...... پھر جب مرض سخت ہو گیا تو ابوبکر صدیقؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہیں...... اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ دو دن تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمام لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے پھر انحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔

جب اہل سنت اور امامیہ روایات سے واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات مبارکہ کے آخری ایام میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو مسجد نبوی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا تو امامیہ مجتہد شیخ محمد حسین کا اعتراض ''ان حالات میں یہ کیسے مقصود ہو سکتا ہے کہ آپ نے ابوبکرؓ کو مسجد نبوی میں نماز پڑھانے پر مامور کیا تھا۔''

مصدقہ حقائق کے سراسر منافی ناپاک جسارت ہے۔

شاہ بلیغ الدین مرحوم

جنت نشان

بیادِ امیر المؤمنین قاتل الکفار والمشر کین خلیفۂ راشد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

فرمایا............ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے نرم اور نفیس کپڑے پہنے تو قیامت کے دن اُن کے بارے میں مجھ سے سوال کیا جائے گا! یہ کہنے والا بڑی شخصیت کا مالک تھا۔ ایران سے، شام سے، یمن اور نہ جانے کن کن علاقوں سے اُس کے تجارتی تعلقات تھے۔ وادی بطحا کے بڑے تاجروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ سُوال اس سے یہ ہوا تھا کہ .... یہ جو آپ کھڈی کا بنا ہوا کپڑا پہنے ہوئے ہیں یہ نہایت موٹا اور کھردرا ہے۔ آپ کیوں اچھا کپڑا نہیں پہنتے؟...... جواب سن کر خادم سالم رو پڑا پھر بڑے ادب سے بولا کہ............ آقا! اگر آپ اجازت دیں تو ایک بات یاد دلاؤں! آقا نے کہا............ بے دھڑک بتاؤ! سالم نے کہا...... پہلے تو آپ نرم اور ملائم کپڑے پہنتے تھے آقا نے کہا............ ہاں! تم ٹھیک کہتے ہو۔ سالم نے کہا............ یہ قمیص جو آپ پہنے ہوئے ہیں چار درم میں بنی ہوگی! اب تو اس کی کوئی قیمت ہی نہیں یہ جگہ جگہ سے پھٹ گئی ہے اور اس میں کئی پیوند لگے ہیں۔ فرمایا.................. ہاں! تم ٹھیک ہی کہتے ہو! خادم بولا............ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ صرف آپ کی قمیص چالیس درم کی ہوا کرتی تھی۔ اب اپنے اوپر اتنا تو ظلم نہ کیجئے کہ پیوند زدہ کپڑوں پر اُتر آیئے۔ آج جو عزت اللہ نے آپ کو دی ہے پہلے تو کبھی آپ کو یہ عزت نہ ملی تھی۔ کروڑوں میں کسی کو یہ مقام ملتا ہے۔ اب تو آپ ہی نہیں غیر بھی دور دور سے آپ سے ملنے آتے ہیں۔ پہلے اتنے لوگ بھی آپ سے ملنے نہیں آتے تھے۔ فرمایا............ ہاں! سچ کہتے ہو لیکن اب تو انہی کپڑوں میں اور اسی حال میں گزر بسر ہوگی۔

یہ اللہ کا بندہ بھی بڑی خوبیوں کا مالک تھا۔ رزم کا ایسا دھنی کہ عُکاظ اور ذُوالمجنہ کے میدانوں پر اس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ ہر سال جب وہاں میلہ لگتا اور شہسواری اور شمشیر زنی کے مقابلے ہوتے تو شاذ ہی کوئی اس کے منہ آتا تھا۔ بزم کا وہ ایسا اُستاد تھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ............ رات رات بھر شعر سنایا کرتا تھا۔ خطابت اس کے گھر کی لونڈی اور سفارت آبائی کنیز تھی۔ عربی صرف ونحو کے قواعد اسی نے مرتب کیے پھر یہ کام حضرت علیؓ نے اپنے دور میں آگے بڑھایا۔ شعر کی پرکھ تو اللہ نے اسے ایسی دی تھی کہ نابغہ ذبیانی جیسا شخص کہتا تھا کہ............ اگر انہوں نے کسی سے ایک شعر دوبارہ پڑھوالیا تو وہ شاعر نہال ہو جاتا تھا۔ فخر سے ایک ایک سے کہتا پھرتا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے کہ جو عہد جاہلیت میں بلند مرتبہ تھے وہ اسلام میں بھی اعلیٰ مرتبے

کے حامل رہے۔اللہ نے ان جلیل القدر بزرگ کواس ارشاد کانمونہ بنایا تھا۔اسلام لے آئے تواس شان محبوبیت سے کہ خودرسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بارگاہ خداوندی میں دعا مانگی۔عبداللہ بن مسعود نے کہا ....وہ ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کوقوت عطا فرمائی۔انہی کوساتھ لے کرامام الانبیاء نے پہلی مرتبہ حرمِ کعبہ میں باجماعت نماز پڑھی جس میں چالیس اہل ایمان حاضر تھے۔جس دن سے ایمان لائے اسی دن سے مقرب بارگاہ نبوی بن گئے۔اللہ کے رسول کا ارشاد تھا کہ.................آسمان پرآپ کے دووزیر تھے،اورزمین پردو وزیر!زمین کے وزیروں میں ایک ابوبکر تھے دوسرے یہ بزرگ محترم!فارابی اور ماوردی جیسے سیاسی مفکروں نے انہی کوذہن میں رکھ کر یہ معیار بنایا ہے کہ................حکمران وقت کوکیسا ہونا چاہیے؟

سابقون الاولون میں شامل،ہجرت میں پہل کرنے والے عشرہ مبشرہ میں سے ایک،بدری صحابہ میں شریک، بیعت رضوان میں حاضر،وہ تمام غزوات میں نبی اللہ کے ساتھ رہے۔اللہ نے انعام سے سرفراز فرمایا تو وہ اتنی بڑی مملکت پرحکمران رہے جتنا یورپ کا تین چوتھائی رقبہ ہوتا ہے۔امیرالمومنین بننے سے پیشتر بڑے ٹھاٹ سے رہتے تھے مگر منصب اور اقتدار ملا تو ایک دنیا کے برخلاف درویشانہ چلن اختیار کیا۔سالم نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا................میں ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہا ہوں جب اللہ کے فضل سے خلافت کا منصب مل گیا تومیں نے سوچا کہ اب تو بس جنت ہی کی طلب ہونی چاہیے!

سالم کہتے تھے کہ امیرالمومنین بن جانے کے بعد ان کے آقا کا پورا لباس ....قمیض پاجامہ،عمامہ ٹوپی موزے سب کی قیمت جوڑی گئی تو مشکل سے بارہ دام ہے۔

ایک موقع پرصاحب التاج والمعراج صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جنت میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مکان دکھایا گیا!جنت کے یہ طالب وہی تھے۔

Saleem&Company
Bahar Chowk, Masoom Shah Road, Multan.
SC
SINCE 1968
Manufacture of Quality
Furniture, Government
Contractors, Electronics
& General Order Suppliers
سلیم اینڈ کمپنی
0302-8630028
061 -4552446
فون نمبر:
Email:saleemco1@gmail,com
بہارچوک معصوم شاہ روڈ ملتان

شاہ بلیغ الدین مرحوم

شہیدِ اعظم سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

اپنے ہاتھوں میں اپنا کٹا ہوا سر لیے جب وہ تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ...... عرشِ الٰہی لرز اٹھا اور میرا دل دہل گیا...... حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ...... رات میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا دربار سجا ہوا تھا اتنے میں میرے نانا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور عرشِ الٰہی کا پایہ تھام کر کھڑے ہو گئے۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کھڑے ہو گئے...... اپنے والدِ محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تو یہ خواب بیان کیا بہت سے لوگ وہاں موجود تھے جو اس خواب کی تفصیل سن رہے تھے۔

ذوالحج کا مہینہ، جمعہ کا دن تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صبح سو کر اٹھے تو فرمایا...... حکم نبوی ہے کہ آج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزہ افطار کروں۔ عصر کی نماز کے بعد اس کی تعبیر کا وقت آیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آگے کلام اللہ کھلا ہوا تھا، تلاوت ہو رہی تھی کہ ان کی شہ رگِ حیات کا پہلا چھینٹا اس آیت پر گرا جس کے الفاظ ہیں...... ''فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰه '' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت مستدرک میں ہے کہ ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... اے عثمان! تم سورۂ بقرہ پڑھتے ہوئے شہید ہو گے اور تمھارا خون کلام اللہ کے جس صفحے پر گرے گا وہاں وہ آیت ہو گی جس کا مفہوم ہے کہ...... ان (ظالموں) کے مقابلے میں تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ فتنہ وفساد کا ذکر ہو رہا تھا تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ...... ان پر ظلم ہو گا اور یہ شہید کر دیے جائیں گے۔

ایک بار حضرت زُرارہ بن نخعی رضی اللہ عنہ نے نبی اللہ کو اپنا خواب سنایا۔ انھوں نے کہا کہ...... یا رسول اللہ! میں نے دیکھا کہ ایک آگ نکلی اور میرے اور میرے بیٹے کے بیچ میں حائل ہو گئی۔ استیعاب میں ہے...... ارشاد ہوا کہ...... یہ آگ وہ فتنہ ہے جس میں لوگ اپنے امام کو قتل کر ڈالیں گے! پھر آپس میں مسلمان خوب لڑیں گے مسلمان اپنے بھائی کا خون پانی کی طرح بہائے گا اور مفسد اپنے آپ کو نیکوکار سمجھیں گے! حضرت سعید بن زید نے فرمایا......

بلوائیوں کے اس ظلم پر عرشِ الٰہی کانپ جائے تو عجب نہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے خواب کی تفصیل بیان کی تو فرمایا کہ.....حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اپنے ہاتھوں میں اپنا کٹا ہوا سر لیے (میرے خالو) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور بارگاہِ خداوندی میں اپنا سر پیش کر کے فریاد کی کہ.....الٰہ العالمین! ذرا ان سے پوچھیے جو اپنے آپ کو تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بتاتے ہیں.....آخر کس غلطی کی یہ سزا انھوں نے مجھے دی کہ میرا سر کاٹ لیا.....حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ.....فریاد کی یہ لے بلند ہوئی تو عرشِ الٰہی کانپ گیا اور میں نے دیکھا کہ.....آسمان سے خون کے دو پرنالے زمین پر گرنے لگے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظالموں نے شہید کر دیا تو بے اختیار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا...... لوگو! اللہ کی قسم جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کبھی نہ ہنستے اور روتے ہی رہتے۔ واللہ! اب قریش میں اس کثرت سے خون خرابہ ہوگا کہ اگر کوئی ہرن اپنی کمین گاہ میں بھی جا چھپے گا تو وہاں بھی اسے کسی مقتول کے جوتے پڑے ملیں گے۔

خون کے جن دو پرنالوں کا ذکر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کیا وہ غضبِ الٰہی کی علامت تھے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم فرماتے تھے کہ.....وہ محرم اسرارِ نبوت تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حال سن کر بے بس ہو گئے۔ محرم اسرارِ نبوت وہ اس لیے کہلاتے تھے کہ انھوں نے ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنہ وفساد اور مسلمانوں کے آپس کے کشت وخون کے بارے میں حدیثیں سنی تھیں۔ جب انھیں بتایا گیا کہ بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا رخ کیا ہے تو فرمایا.....اللہ کی قسم یہ سب دوزخی ہیں۔ محمد بن حاطب نے روایت کی کہ کوفے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر کہا.....نہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنوں کو نوازا نہ کمزوری سے نظم ونسق چلایا۔ جو یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے ان سے بدلہ لیا ان کے لیے آخرت میں آگ ہوگی۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا فرمانا تھا کہ..... جب کبھی کسی امت نے اپنے نبی کی جان لی غضب الٰہی اس طرح ٹوٹا کہ ان میں سے ستر ہزار کا خون بہا اور جب کسی نبی کے خلیفہ برحق کو ظالموں نے اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنا کر اس کی جان لی تو بدلے میں غیظِ خداوندی سے پینتیس ہزار سرکشوں کی جانیں گئی۔ خون کے دو پرنالوں کا اشارہ اسی تاریخی حقیقت کی طرف ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جمل اور صفّین کے معرکوں میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہا۔ سبائی فتنہ گر منافقوں کا اس میں کتنا ہاتھ تھا، یہ الگ بات ہے لیکن چوراسی ہزار مسلمانوں کا کشت وخون ہوا۔ اپنے بعد اسی فتنے کے اٹھ کھڑے ہونے سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم دل گیر رہا کرتے تھے۔ مسلمانوں کا خون مسلمانوں کے اپنے ہاتھوں سے بہے......بس یہی وہ فتنہ ہے جس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خبر دار کیا تھا۔

مؤرخین نے لکھا کہ بلوائی چاہے خارجی رہے ہوں یا منافق سبائی......نام کے وہ سب مسلمان تھے اسی لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باغیوں کی سرکوبی کے لیے اسلامی فوج استعمال نہ کی۔ ورنہ یوں دن دہاڑے ان پر اور ان کے خاندان پر ظلم نہ توڑا جاتا۔ امام وقت سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے افہام وتفہیم سے کام لیا۔ اتمام حجت کیا۔ اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی لیکن اپنی تلوار پر کسی کے خون کا اتہام نہ لیا۔ سورۂ انفال میں عذابِ الٰہی نازل ہونے کی جو صورتیں بتائی گئی ہیں ان سب کا نقشہ یہاں موجود تھا۔ اسی لیے استغفار کرنے والے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خونِ عثمانی کے نتائج کی طرف سے بے انتہا فکر مند تھے۔ حق تو یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر مظلومیت کی شہادت پوری تاریخِ اسلام میں کسی اور کی نہیں۔ جس نے بئرِ رومہ مسلمانوں کے لیے وقف کیا افسوس کہ اسی کنویں کے بوند بوند پانی کے لیے اس جنتی اور اس کے گھر والوں کو ترسایا گیا۔ پھر ایک دو دن نہیں پچاس دن! جس نے غلّے سے لدے اونٹوں کے کارواں کے کارواں صرف اس لیے اللہ کی راہ میں لٹائے کہ مدینۃ النبی کے مسلمان قحط کے مارے ہوئے تھے۔ اسی کو اس کے اپنے کاروانوں کے لائے ہوئے دانہ دانہ اناج سے محروم کر دیا گیا۔ جس کے احساسِ حیا کی ملائک تک قسم کھاتے تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس کی مثالیں دیتے تھے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی عفت مآب شریک حیات کو زدوکوب کیا گیا، خود اس کی داڑھی نوچی گئی، اسے گالیاں دی گئیں، اسے ہر حرب وضرب کا نشانہ بنایا گیا لیکن حق کا یہ جویا چٹان کی طرح اٹل رہا۔ جان بچانے کے پچاسوں جتن ہو سکتے تھے، خونریزی کے ہزاروں بہانے بن جاتے۔ صاحبِ اقتدار کے لیے کس چیز کی کمی تھی اور زندگی بھر ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرنے والے کے اپنے جاں نثار کچھ کم نہ تھے لیکن صاحبِ قرآن کا حکم تھا کہ......اے عثمان! جو کرتا تمھیں پہنایا گیا ہے اسے نہ اتارنا یعنی جو گزرنا ہے گزر رے خلافت نہ چھوڑنا ساتھ ہی یہ تاکید کی تھی کہ......خبر دار! تم مسلمانوں کا خون بہانے والے نہ بننا......وہ حق آگاہ تھے، فرماں بردار تھے، صاحبِ عرفاں تھے، حافظ قرآن تھے اُن سے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے والا اور کون ہو سکتا تھا؟ وہ للّٰہیت کے اس مقام پر فائز تھے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار انہیں جنت کا مژدہ سنایا تھا۔ جب پیغمبر انسانیت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے امام المسلمین کو حکم دیا کہ......صبر کرو! تو انھوں نے صبر کیا اور رگِ گلو کا خون دے کر ثابت کر دیا کہ تسلیم ورضا کی منزلت کیا ہوتی ہے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ......اس موقع پر صابر رہنے پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی ہی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنت کو بشارت دے چکے تھے۔ خود حضرت

حسن رضی اللہ عنہ ان کے حفاظت کرنے والوں میں شریک تھے۔ انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ صبر کسے کہتے ہیں؟ استقلال کیا ہوتا ہے؟ توکل کس طرح کیا جاتا ہے؟ اللہ اگر مجھے نفس جبرئیل دے تو کہوں...... کہ ان کا خون جو اوراق قرآن میں محفوظ ہوگیا قیامت تک کے لیے باغیوں اور منافقوں کی نشاندہی کر گیا اور قرآن نے کھلے لفظوں میں ہمیں بتایا کہ...... ''فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰه'' کی بشارت اسی پیکرِ صبر ورضا کے لیے تھی۔ قرآن جس کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ اللہ کی تائید تمھیں حاصل ہے اسے اور کیا چاہیے۔ غضبِ الٰہی نے آلیا تو ایک ایک بلوائی اپنے عبرتناک انجام کو پہنچا۔ خون کے پرنالے بہنے لگے۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا؟ یہ اس کی شہادت تھی جس کے خون کے بدلے کے لیے بیعتِ رضوان لی گئی تھی۔ آج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نہ تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ بن جاتا تو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اٹھ گیا۔

صلۂ شہید جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہوگا وہ غیب کی باتیں ہیں۔ تاریخ نے تو یہ دیکھا کہ ان کا خون ناحق رائیگاں نہ گیا۔ یہ اسی شہادت کا صلہ ہے کہ پھر سے اسلام کا بول بالا ہوا۔ جہاد فی سبیل اللہ کا جو سلسلہ رک گیا تھا پھر سے جاری ہوا۔ مسلمانوں نے بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑا دیے اور بہت جلد ملّت کے مقدر کا ستارہ ایسا چمکا کہ بنوامیّہ کی اسلامی مملکت میں سورج نہ ڈوبتا تھا۔ اسی مقصد کے لیے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داریاں سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو منتقل کیں۔ وہ جانتے تھے کہ جس منزل کی طرف ان کے والد محترم جانا چاہتے تھے وہی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی منزل بھی تھی یعنی ملّتِ اسلامیہ کا استحکام۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا خواب بیان کیا تو مؤرخین لکھتے ہیں کہ آستین کے ایک سانپ نے پھنکار بھری۔ امیر المؤمنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا...... سنا آپ نے کہ آپ کے صاحبزادے کیا کہہ رہے ہیں! حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اس گروہ سے نالاں تھے۔ نہج البلاغہ کے صفحات اس کے گواہ ہیں۔ مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ وہ خون عثمان سے اپنی براءت کا اعلان کرتے تھے فرماتے...... اس دن تو میرے ہوش اڑ گئے تھے۔ بلوائیوں کی روش دیکھ کر ہی انھوں نے خلافت کی پیش کش کو رد کر دیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی نے خلافت کی تمنا نہیں کی۔ یہ بار زبردستی ان کے کندھوں پر رکھا گیا۔ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فرد کو امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی زبان حق شناس سے دوٹوک جواب ملا...... حسن رضی اللہ عنہ وہی کہہ رہے ہیں جو انھوں نے دیکھا ہے۔

حضرت حمّاد بن سلمہ کا کہنا ہے کہ...... جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے وہ سب سے افضل تھے اور جس دن انھیں شہید کیا گیا ان کی عظمت اور بھی بلند ہوگئی۔

(از: تجلی، ص477)

ابومروان معاویہ واجد علی ھاشمی

سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام ونسب: آپکا پورا نام یہ ہے حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ھاشم.................

(سیر اعلام النبلاء للذھبی ج1 ص143۔ البدایہ والنھایہ ج7 ص333. الاصابہ ج1 ص507۔ طبقات ابن سعد ج3 ص19۔ تاریخ دمشق ج14 ص121۔ اسد الغابہ ج2 ص76)

والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ والد ماجد امیر المومنین خلیفۂ راشد علی بن ابی طالب ہیں

تاریخ ولادت: سیدنا حسینؓ اپنے بڑے بھائی سیدنا حسنؓ کے بعد 5 شعبان 4 ہجری میں پیدا ہوئے (**المعجم الکبیر للطبرانی** 2852۔ اسد الغابہ ج3 ص568 اردو) ازواج واولاد آپ نے متعدد شادیاں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد سے نوازا۔ ذیل میں ان کی ازواج اطہار کے نام اور ان سے پیدا ہونے والی اولاد کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(1) سیدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ: ان کا نام آمنہ یا لیلیٰ بیان کیا گیا ہے انکے بطن سے علی الاکبر پیدا ہوئے جو میدان کربلا (طف) میں آپکے ساتھ شہید ہوئے لیلیٰ کی والدہ میمونہ بنت ابی سفیان تھی (نسب قریش ص 57 مقاتل الطالبین ص80۔ تاریخ طبری ج3 ص330 احسن المقال عباس قمی ج1 ص589۔ مدینہ تا کربلا ص 361۔ سعادت الدارین فی مقتل الحسین ص414۔ نفس المھموم عباس قمی ص 281) علی الاکبر کی ولادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی امارت وحکومت وخلافت کے زمانہ میں ہوئی بعض روایات وزیارت سے معلوم ہوتا ہے کہ علی الاکبر کا بیٹا اور بیوی بھی تھی۔ (نفس المھموم عباس قمی ص 281,282)

انیس الشیعہ کے مصنف کے مطابق علی الاکبرؒ کی ولادت 11 شعبان 33 ہجری میں خلیفۂ ثالث کے قتل سے دوسال پہلے ہوئی تھی واقعہ عاشورہ کے وقت ان کی عمر 27۔ 28 سال رہی ہوگی۔ اس قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ تاریخ نگار اور علم الانساب کے ماہرین متفق ہیں کہ علی الاکبر عمر میں علی الاوسط (زین العابدینؒ) سے بڑے تھے واقعہ عاشورہ کے وقت زین العابدینؒ کی عمر 23 سال تھی اور ان کے فرزند محمد باقرؒ جو انکے ہمراہ کربلا میں تھے چار سال کے تھے۔ (خطبات فرمودات ومکتوبات حسین ابن علیؓ (مدینہ سے کربلا تک ص 457۔458)

علی الاکبر رحمہ اللہ کی اولاد: عبدالرزاق اپنے مقتل میں لکھتے ہیں کہ علی الاکبرؒ کی عمر 27 برس تو تھی ہی اسکے علاوہ ان کے بیوی بچے بھی تھے وہ اپنے نظریے کی تائید میں صَلّی اللّٰہُ عَلَیکَ وَعَلٰی اَھلِ بیتِکَ وَعِترَتِکَ کو بطور ثبوت پیش کرتے ہیں سو یہ جملہ (کامل الزیارات) میں موجود علی الاکبر کی زیارت سے اخذ کیا گیا ہے جو جعفر صادق سے منقول ہے۔ انکا یہ احتمال بھی موجود ہے کہ علی الاکبر کی کنیت ابوالحسن بھی اسی مناسبت سے تھی کہ انکا حسن

نامی ایک فرزند تھا۔(مدینہ سے کربلا تک محمد صادق نجفی ص360)

(2) رباب کلبیہ بنت امراء القیس اسکےبطن سے عبداللہ اور سُکینہ پیدا ہوئیں

(3) ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ یہ سیدنا حسن کی بیوہ تھی اس سے آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ پیدا ہوئیں

(4)عائشہ بنت خلیفہ ان کی اولاد ثابت نہیں

(5)حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق یہ سیدنا ابوبکر صدیق کی پوتی تھیں بیوہ ہوکر حضرت حسینؓ کے نکاح میں آئیں اولاد کا ثبوت نہیں

(6) عاتکہ بنت زید بن عمرو یہ کئی بار بیوہ ہوکر بعد میں آپ کے عقد میں آئیں ان سے کوئی اولاد نہیں

(7) قصاعیہ ان سے جعفر پیدا ہوا جو کہ بچپن ہی میں فوت ہوگیا

(سیدنا حسین بن علیؓ شخصیت اور کارنامے، ڈاکٹر علی محمد الصلابی ،ص 385)

(8) غزالہ سلافہ ان کے بطن سے علی الاوسط زین العابدین پیدا ہوئے جن سے آپ کی نسل جاری ہوئی۔

(کتاب المعارف ص94)

مؤرخین کا اتفاق ہے کہ آپ کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

(1)علی الاکبر، (2)علی الاوسط، (3)علی الاصغر، (4)جعفر، (5)عبداللہ رحمہم اللہ

(1)سیدہ سُکینہؒ: ان کی پہلی شادی عبداللہ بن سیدنا حسن مجتبیٰ سے ہوئی کربلا میں ان کی شہادت کے بعد سیدہ سکینہؒ مصعب بن زبیر کو بیاہی گئیں مصعبؓ کے بعد عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام سے نکاح ہوا جس سے (1)حکیم (2)عثمان قرین اور (3)ربیحہ پیدا ہوئی۔قرین کی نسل موجود ہے اور ربیحہ کا نکاح سیدنا مروان بن حکمؓ کے پوتے عباس بن ولید بن عبدالملک سے ہوا پھر سکینہؒ کی شادی حضرت عثمانؓ کے پوتے زید بن عمرو بن عثمانؓ سے ہوئی۔ پھر سکینہ کا نکاح ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے ہوا پھر سکینہ کا نکاح دوسری مرتبہ بنوامیہ میں سیدنا مروانؓ کے پوتے الاصبغ بن عبدالعزیز بن مروانؒ سے ہوا۔

(کتاب المعارف ص94۔نسب قریش ص59۔کتاب المحبر ص438)

(2)سیدہ فاطمہ بنت حسینؓ: ان کی پہلی شادی سیدنا حسن مثنیٰ بن سیدنا حسن مجتبیٰؓ سے ہوئی جس سے (1)عبداللہ (2)حسن ثلث (3)ابراہیم (4)زینب (5) اورام کلثوم بنت حسن مثنیٰؒ پیدا ہوئیں (کتاب المعارف ص86)

ان کے بعد فاطمہ بنت حسینؓ کی شادی حضرت عثمانؓ کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ سے ہوئی۔

(نسب قریش 59)

سیدنا حسینؓ کے چچا: طالب، سیدنا عقیل، سیدنا جعفر رضی اللہ عنہما

سیدنا حسینؓ کی پھوپھیاں: سیدہ ام ھانی، سیدہ جمانہ رضی اللہ عنہما

سیدنا حسینؓ کی خالائیں: سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن

سیدنا حسینؓ کے خالو: سیدنا ابوالعاص بن ربیع، سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما

سیدنا حسینؓ کے بہن بھائی: سیدنا حسینؓ کے 18 بھائی اور 18 ہی بہنیں تھیں۔

سیدنا حسینؓ کے حقیقی بہن بھائی: سیدنا حسنؓ سیدنا محسنؓ سیدہ زینبؓ سیدہ ام کلثومؓ، سیدنا حسینؓ کے دیگر باپ شریک بہن بھائی سیدنا عمر، عباس، جعفر، عبیداللہ، عثمان، ابوبکر، عون، یحییٰ، محمد اوسط، محمد اکبر وغیرہم

شہدائے کربلا (شہدا بنی ھاشم)

شیعہ کتاب حیات الامام الحسین ج 3 ص 306 میں لکھا ہے کہ مقاتل پہ لکھنے والے شیعہ مورخین کے نزدیک شہدا بنی ھاشم کے بارے میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں شہدائے بنی ھاشم کے بارے میں مسعودی نے مروج الذھب میں نقل کیا ہے کہ 13 افراد تھے خوازمی نے اپنے مقتل میں 14 افراد لکھے ہیں۔ حسن بصری نے کل 16 افراد نقل کیے ہیں۔ جعفر صادق نے 17 اور محمد بن حنفیہ نے بھی 17 افراد ہی نقل کیے ہیں شیخ مفید نے الارشاد میں 17 شہدائے بنی ھاشم بیان کیے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

اولاد علی میں شہید ہونے والے: 1) عباس بن علیؓ 2) عبداللہ بن علیؓ 3) عثمان بن علی

4) جعفر بن علیؓ 5) عبیداللہ بن علیؓ 6) ابوبکر بن علیؓ

اولاد حسن میں شہید ہونے والے: 7) قاسم بن حسنؓ 8) ابوبکر بن حسنؓ 9) عبداللہ بن حسنؓ

اولاد حسین میں شہید ہونے والے: 10) علی الاکبر بن حسینؓ 11) عبداللہ بن حسینؓ

اولاد عبداللہ بن جعفر میں شہید ہونے والے: 12) محمد بن عبداللہ بن جعفرؓ 13) عون بن عبداللہ بن جعفرؓ

اولاد عقیل بن ابی طالب میں شہید ہونے والے: 14) عبداللہ بن عقیلؓ 15) جعفر بن عقیل

16) عبدالرحمٰن بن عقیلؓ 17) محمد بن ابوسعید بن عقیلؓ

بیوگان کربلا

صاحب کتاب کامل نے نقل کیا ہے کہ عمر بن سعد شہادت کے دن سے لیکر دوسرے دن زوال تک کربلا میں رہا کچھ بوڑھے اور قابل اعتماد لوگوں کو زین العابدینؒ اور امیر المومنین کی بیٹیوں اور باقی مستورات پر متعین کیا وہ کل 20 عورتیں تھیں (احسن المقال ج 1 ص 517)

شیعہ مورخ کی مطابق کربلا میں 20 خواتین موجود تھیں جبکہ اکثر مرد شہید ہو چکے تھے یہ بیوہ خواتین کون تھیں ان میں اکثر خاندان بنی ھاشم ہی کی خواتین تھیں جو کہ مندرجہ ذیل تھیں

1) بیوہ علی الاکبر بن حسینؓ (نام معلوم نہیں) 2) بیوہ سیدنا حسینؓ (ام اسحاق بنت طلحہؓ)

3) بیوہ عبداللہ بن حسنؓ (سیدہ سکینہؒ)

4) بیوہ عباس علمدار بن علیؓ (لبابہ بنت عبیداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب)

5) عبداللہ بن علیؓ جنکی عمر بوقت شہادت 26 سال تھی یہ شادی شدہ تھے (انکی بیوہ)

6) عثمان بن علیؓ جنکی عمر بوقت شہادت 23 سال تھی اور یہ بھی شادی شدہ تھے (انکی بیوہ)

7) بیوہ جعفر بن علیؓ جنکی عمر بوقت شہادت 21 سال تھی

8) بیوہ سیدنا حسن مجتبیٰؓ (قاسم بن حسنؓ کی والدہ برملہ جو کربلا میں موجود تھیں)

9) عبداللہ بن حسنؓ کی والدہ شلیل ب عبداللہ بجلیؓ کی بیٹی

10) بیوہ مسلم بن عقیلؓ (رقیہ بنت علی المرتضیٰؓ) 11) بیوہ جعفر بن عقیلؓ (ام الحسن بنت علی المرتضیٰؓ)

12) بیوہ عبدالرحمن بن عقیلؓ (ام ھانی بنت علیؓ) 13) بیوہ سیدنا حسینؓ (رباب بنت امراء القیس)

حادثہ کربلا کے بعد بنوھاشم کی بنوامیہ سے رشتہ داریاں

1) سیدہ فاطمہ بنت حسینؓ ان کی پہلی شادی حسن مثنی بن حسن مجتبیٰؓ سے ہوئی جن سے عبداللہ، حسن ثلث، ابراہیم، زینب، ام کلثوم اولاد ہوئی (نسب قریش ص 51)

حسن مثنی کے بعد فاطمہ بنت حسین نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان اموی (پوتا سیدنا عثمان غنی) سے نکاح کیا جن کے بطن سے عبداللہ اکبر، محمد الاصغر، قاسم اور رقیہ نامی بیٹی پیدا ہوئی۔

(کتاب المعارف ص 86۔ نہج البلاغہ ص 190۔ ناسخ التواریخ ج 6 ص 534 مسالک الافہام۔ نسب قریش ص 59)

2) سکینہ بنت سیدنا حسینؓ ان کی پہلی شادی اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن حسنؓ سے حادثہ کربلا سے پہلے ہوچکی تھی عبداللہ کربلا میں شہید ہوئے سیدہ سکینہؒ کی شادی مصعب بن زبیرؓ سے ہوئی ان کی شہادت کے بعد عبداللہ بن عثمان بن حکیم بن حزام سے پھر بنوامیہ میں الاصبغ بن عبدالعزیز بن مروانؒ اس کے بعد دوسری مرتبہ پھر بنوامیہ میں زید بن عمر بن سیدنا عثمان غنیؓ (پوتا عثمان) سے شادی کی جو کہ نہر ابی فطرس میں شہید ہوئے۔

(جمہرۃ الانساب 86۔ کتاب المحبر ص 438۔ المعارف ص 94)

3) لبابہ بنت عبیداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب: ان کی پہلی شادی عباسؒ بن علیؓ سے ہوئی جو کہ کربلا میں 34 سال کی عمر میں شہید ہوئے ان کی بیوہ لبابہ نے حضرت معاویہؓ کے بھتیجے ولید بن عتبہ بن ابوسفیان اموی سے شادی کی پھر اسکے بعد زید بن حسن سے شادی کی۔

(عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب حواشی ص 43 کتاب المحبر ص 441۔ منتہی الآمال ج 1 ص 321۔ نسب قریش ص 133)

عباسؒ علمدار کی پوتی نفیسہ بنت عبیداللہ بن عاسؒ کی شادی کربلا کے بعد یزید کے پوتے عبداللہ بن خالد بن یزید سے ہوئی (نسب قریش ص 79۔ جمہرۃ الانساب ص 67)

طوالت کی وجہ سے صرف یہ چار رشتے ذکر کیے ہیں ورنہ انساب کی کتابوں میں بیسیوں رشتے مل سکتے ہیں۔

سعود عثمانی

لفظ عطا کرنے والے کے لیے کچھ لفظ

یہ شام و سحر یہ شمس و قمر بس تیری اطاعت کرتے ہیں
ہم تیرے شاکر ہوں کہ نہ ہوں پر تجھ سے محبت کرتے ہیں

یہ کاسنی پھول یہ زرد شجر یہ سرخ پرندے پیڑوں پر
کتنے ہی صحائف ہیں جن کی ہم روز تلاوت کرتے ہیں

جو شکل ہے روشن آیت ہے جو صورت ہے اک سورت ہے
ہم اس کی نہیں اس خلقت میں خالق کی زیارت کرتے ہیں

سنتے ہیں حکایت راوی کی دلکش قرات منشاوی کی
بس لحن دھڑکتا ہے جس دم یہ درد سماعت کرتے ہیں

یہ نغمے گلہ بانوں کے یہ گیت محبت خوانوں کے
یاں میری سواری ٹھہرا دو یاں عمر سوارت کرتے ہیں

اک سناٹا ہے جدھر جائیں کوئی شکل ملے تو ڈر جائیں
ان شہروں کے ویرانوں میں ہم آہو وحشت کرتے ہیں

تم کیا جانو اس دولت کو کیا سمجھو اصل وراثت کو
ہم حق کا ترکہ چھوڑتے ہیں ہم صبر وصیت کرتے ہیں

بت ہیں تو بہت پر ان میں کہیں معبود نہیں مسجود نہیں
کچھ پہرے دار ترے اب تک اس دل کی حفاظت کرتے ہیں

ہوتی ہے ہماری حمد یہی تعریف سخن کے خالق کی
جب لفظ تراشی کرتے ہیں ہر قاش پہ محنت کرتے ہیں

پروفیسر خالد شبیر

امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے فراق میں

سیل حرماں کے مقابل اک دل بے تاب ہے
من کی دنیا بن ترے بے رنگ ہے بے آب ہے

ہیں میرے اطراف سے سپنے ترے بکھرے ہوئے
کہکشاؤں کی طرح نتھرے ہوئے نکھرے ہوئے

عشق تیرا بے کراں ہے میں ضعیف و ناتواں
تو بہارستانِ عالم میں گیاہِ بے نشاں

میرے ذوق وشوق کا مفہوم تو ، عنوان تو
میرے علم و حلم کا ادراک تو ، وجدان تو

ہجر کے ہاتھوں اگرچہ زندگی ناشاد ہے
تیری یادوں سے ولے، دل شاد ہے، آباد ہے

ڈوبتی نبضیں، نگاہیں رنج وغم سے بے قرار
ہجر میں تیرے سراپا انتظار و سوگوار

شیشۂ دل میں میرے اب تو ہی آتا ہے نظر
سونا سونا سا ہے اب تیری یادوں کا سفر

ہیں میرے اطراف میں یادیں تیری بکھری ہوئیں
کہکشاؤں کی طرح نتھری ہوئیں نکھری ہوئیں

حسرتوں ، یاس و الم کے سارے داغوں کو لیے
ہوں رواں میں، راہِ غم میں ان چراغوں کو لیے

میرے شعروں میں ہے پنہاں، تیری فرقت کا الم
دل کی دھڑکن میں بسی ہیں تیری یادیں تیرا غم

ہے مسلسل میرے دل میں تیرے ملنے کی لگن
نقش ہے اب تک میرے دل پہ تیرا طرزِ سخن

قلب و جاں میں اشتیاقِ دید کی برقِ تپاں
ضبط کا ہے یا میرے صبر و رضا کا امتحاں

ضوفشاں جس روز سے دل میں میرے ہے تیری ذات
ہیں شکستہ کعبۂ جاں میں سبھی لات و منات

تیرے قدموں سے ملا مجھ کو شعورِ بندگی
تیرے جذبوں سے مہکتا ہے جہانِ زندگی

فیض سے تیرے ہمہ تن میں ہوا ہوں فیض یاب
تیرے فکر و فن کا ہر گوشہ درخشاں آفتاب

کارگاہِ فکر میں تیرے تصور کو ثبات
بن گیا تیرا جنوں میرا اثاثۂ حیات

غیرت ملی کی بے شک دلربا تصویر تو
سینۂ ظلمت میں روشن حرف کی شمشیر تو

دل دھڑکتا تھا ہمیشہ تیرا ملت کے لیے
تو سراپا مضطرب تھا دیں کی عظمت کے لیے

تیرے لفظوں کی روانی، آبشاروں کا بہاؤ
یاد آتا ہے مجھے تیری خطابت کا رچاؤ

تو ہے روشن استعارہ نطق کے اعجاز کا
قلب کو گرما گیا شعلہ تیری آواز کا

تیری صورت کی وجاہت گیسوؤں کے پیچ وخم
دیکھ کر جس کو سدا رکتے رہے چلتے قدم

میرے سارے وصف ہیں تیرا کرم تیری عطا
ہے نواء میں میرے مضمر فقط تیری صدا

میرا ظاہر میرا باطن ہے سراپا تیرا غم
دھڑکیں قلب حزیں کی ہوں کہ ہو آنکھوں کا نم

میں کہ تیری زندگی کا اک تتمہ ہو گیا
تیری چاہت کے مضامیں کا حوالہ ہو گیا

کیا یہ ممکن ہی نہیں ہے اب ترا ملنا مجھے
کیا نہیں ہے اب میسر زخم کا سلنا مجھے

آ کہ اب تو خالد شبیر ہے غم سے نڈھال
اپنے دیوانے کو اپنی دید سے کر دے نہال

☆......☆......☆

حبیب الرحمٰن بٹالوی

شہر سارے محترم ملتان پھر ملتان ہے

آج سے چوّن سال پہلے کی بات ہے۔ یکم جون 1968ء کو تعلیمی بورڈ لاہور کو خیر باد کہہ کر ملتان بورڈ آنے والے ہم چند ساتھی، نونمبر چونگی کے قریب واقع بسوں کے پرانے اڈے پر اترے تھے۔ ان دنوں صرف دو کمپنیوں کی بسیں، طارق اسماعیل براستہ خانیوال اور نذیر عنایت اللہ براستہ وہاڑی، بورا، ساہیوال۔ لاہور جایا کرتی تھیں۔ پانچ روپے کرایہ ہوا کرتا تھا۔ ملتان بورڈ کا پہلا کمپ آفس لاسال سکول کے سامنے جہاں آج کل ''شنگریلا کوزین'' واقع ہے 16 بوسن روڈ میں قائم کیا گیا تھا۔ ہم نے اپنے بیگ دفتر میں رکھے اور کھانے کی تلاش میں، نونمبر چونگی سے گھنٹہ گھر کی طرف چل پڑے۔ صرف ایک ''القریش ہوٹل'' نظر آیا۔ بیرے نے کھانوں کا بتایا۔ ہماری تان بھنڈی وَسّل پہ آ کے ٹوٹی کہ یہ ہمارے لیے ایک نئی ڈش تھی۔ جب کھانا آیا ہم وَسّل تلاش کرتے رہے۔ پتا چلا، ملتانی زبان میں پیاز کو وَسّل کہتے ہیں۔ گویا

میں نے کہا وصل، وہ وَسّل سمجھا
بھیج دیئے یار نے پیاز کے بورے بھر کر

حقیقت میں اس لفظ کا صحیح تلفظ ''بَصل'' ہے۔ عربی کا لفظ ہے جس کے معنی پیاز کے ہیں۔ معروف سپہ سالار محمد بن قاسم کی یہاں آمد پر بہت سارے عربی الفاظ سرائیکی زبان میں رچ بس گئے۔ خمیس عربی زبان کا لفظ ہے۔ سرائیکی میں جمعرات کو خمیس کہا جاتا ہے۔ قطع کرنا عربی میں کاٹنے کو کہتے ہیں۔ سرائیکی زبان میں چھری کو قاطی کہا جاتا ہے۔

قارئین کرام! ملتان پانچ ہزار سال سے زیادہ قدیم شہر ہے۔ یہاں کبھی سارا سال گرد آلود آندھی چلتی رہتی تھی۔ بارش شاذ و نادر ہی ہوتی۔ یہاں کے لوگوں کی زندگی بہت سادہ تھی۔ کھجور، آم، لسی، اچار یا دودھ کے ساتھ روٹی کھائی جاتی تھی۔ بیسن کی مسّی روٹی اور پیپل کے پتے پر دال مونگ کا اپنا مزہ تھا۔ شادی بیاہ پر جب بارات واپس جانے لگتی۔ جب دلہن کی ڈولی (پالکی) رخصت کی جاتی، تو والدین، بیسن کی بنی ہوئی میٹھی روٹی بارات کو ساتھ دیتے تا کہ راستے میں کھانے کی دقت نہ ہو کہ اس دور میں زیادہ تر باراتیں پیدل جایا کرتی تھیں۔ اس مناسبت سے ساتھ دی جانے والی میٹھی روٹی کو ڈولی روٹی کہا جاتا تھا۔

ملتان میں گرمی کے موسم میں ربڑی والا فالودہ اور سردیوں میں اخروٹی سوہن حلوہ آج بھی مرغوب ہے۔ دولت گیٹ کی ڈولی روٹی، پاک گیٹ کی دال مونگ اور چنے، خونی بُرج اور کوٹلہ تولے خاں کی تلی ہوئی مچھلی ہاتھوں ہاتھ بکتی

ہے۔آم ملتان کی مشہور سوغات ہے۔ یہاں کوئی بیسیوں طرح کے آموں کی ورائٹی کاشت کی جاتی ہے۔ یہاں کے لوگوں کا مزاج بھی آم کی طرح میٹھا اور رس بھرا ہے جناب ارشد ملتانی کہتے ہیں:

ڈھونڈے سے بھی نہ پاؤ گے ارشد! جہان میں — خوئے وفا و مہر جو ملتانیوں میں ہے

ملتان کے بزرگوں کی دعا کا کیا کہنا!

''ایمان دی سلامتی تے صحت دی بادشاہی ہووی۔ جتھ پَیر ہووی، اُتھ خیر ہووی۔''

سرائیکی زبان نے بہت سے باکمال شاعروں کو جنم دیا۔اس زبان سے تعارف کے لیے یہاں صرف دو شاعروں کا کلام پیش کیا جاتا ہے جناب شاکر شجاع آبادی کہتے ہیں:

''اُک دا بوٹا گلاب تھی گئے — نہر دا پانی شراب تھی گئے
جڈاں دی آئی اے کاٹن شاکر — ہرایرہ غیرہ نواب تھی گئے''

جناب حسن رضا گردیزی کہتے ہیں:

''رات پرانے قلعے تے ھک عارف مست قلندر — میلے کپڑے، حال پریشاں، کاسہ گل دے اندر
نچے ٹپّے وجدے وچ عرفان دے گیت سناوے — ٹک مٹی دا بھر کے چاوے، پھوکاں نال اُڈاوے
آکھے ایں مٹی وچ ڈیکھو! کئی سلطان سکندر — بادشاہاں دیاں ہڈیاں رُل گیاں ڈیکھو خاک دے اندر''

قارئین! ملتان سے شائع ہونے والا پہلا اخبار روزنامہ ''امروز'' تھا۔جس کے ایڈیٹر مشتاق کاشمیری تھے۔ادبی کتابوں کی دو دکانیں بہت مشہور تھیں۔عطاء اللہ ملک کا ''نیا مکتبہ'' اور ابنِ حنیف کا ''دانش کدہ''۔ملت ہائی سکول کے بانی مرزا مسرت بیگ اور مسلم ہائی سکول کے بانی چودھری عبدالرحمٰن کو ملتان کے سرسید کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔''نصرت الاسلام'' کی محمڈن لائبریری، منشی عبدالرحمٰن کی ''خان لائبریری''۔باغ لانگے خاں کی بڑی لائبریری اور جنوبی پنجاب کی سب سے بڑی میاں صاحبان کی ''جھنڈیر لائبریری'' نئی اور پرانی کتابوں کے اہم مرکز ہیں۔ادیبوں اور شاعروں کی ادبی مجالس کے عام مقامات میں کیفے عرفات، دہلی مسلم ہوٹل، گلڈ ہوٹل، رائل ہوٹل، بابا ہوٹل اور بالی دا ہوٹل مشہور ہیں۔

ملتان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس نے ہاکی میں: سلیم شیروانی، رانا احسان، حسن رضا۔کرکٹ میں: انضمام الحق، مشتاق احمد، منظور الٰہی، وقار یونس، امام الحق۔فٹ بال میں شرافت، مظہر خاں، تاج دین، محمد ساجد، ذوالفقار ڈوگر، شیخ امجد زکریا۔کبڈی میں: چودھری جہان خاں، رانا مقبول، امین جٹ، ظفر گجر اور شہزاد گل جیسے قومی سطح کے کھلاڑی پیدا کیے۔

عزیزانِ محترم! ملتان کے چھے دروازے، چوالیس چوک، پانچ باغ، چار پارک، چار بڑے ہسپتال، پانچ پُل، چوبیس چونگیاں، ایک بُرج، سٹیٹ بینک اور آرٹس کونسل کی پرشکوہ عمارات، خوبصورت ملتان ٹی ہاؤس، خالد ولید کا مقبرہ، ساوی مسجد، احمد شاہ ابدالی کی جائے پیدائش کا کتبہ۔ دو بڑے گرجا گھر، تین مندر، دوسو سے زائد مساجد، گھنٹہ گھر، ایک سوتیس مارکیٹیں، ترانوے بازار کئی یونیورسٹیاں اور سو سے زیادہ دینی مدارس واقع ہیں۔

ملتان کو اولیاء کا شہر کہا جاتا ہے۔ یہاں حضرت بہاؤالدین زکریاؒ اور حضرت رکن الدین عالمؒ اور کئی ایسے ہی اللہ والوں کے مزارات ہیں جن کے ہاتھ پر ہزاروں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہیں پر تحریکِ آزادی کے نامور سپوت اور برِّ اعظم ایشیاء کے اردو زبان کے عظیم مقرر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ آرام فرما ہیں۔ جن کے بارے میں ساغر صدیقی نے کہا تھا:

سر جھکاتی تھی جہاں لوح و قلم کی دنیا آج وہاں مٹی کا اک ڈھیر سا ہوگا ساغر

قارئین کرام! میں گوجرانوالہ میں پلا بڑھا۔ روزی کی تلاش میں لاہور میں دس سال گزارے۔ پھر ملتان چلا آیا ملتان نے میرے پاؤں پکڑ لیے۔ یہاں کی مٹی کی بوباس میں ایک پیاس ہے، کشش ہے۔ وفا و محبت کی کشش جو غیروں کو اپنا بنا لیتی ہے اور پھر کہیں جانے نہیں دیتی۔ یہاں کی گرم دوپہروں اور ٹھنڈی راتوں میں ایک زندگی ہے، ایک حیات ہے ایک آب و تاب ہے، ایک لگن ہے، ایک تڑپ ہے، اور ؎

یہاں کے باسی ٹھنڈی میٹھی ہواؤں جیسے ہیں
میں نے دھوپ میں دیکھا یہ لوگ چھاؤں جیسے ہیں

ملتان میں پروردگار نے مجھے بہت نوازا، گھر دیا، اولاد دی، مخلص دوست دیئے، کتابیں دیں، تعلیمی بورڈ سے لے کر رائز کالج تک اور دار بنی ہاشم سے لے کر سخنور فورم تک، ایک مفید اور دلچسپ مصروفیت بخشی۔ میں اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

ملتان قدیم ہے، عظیم ہے، شعر و ادب، دین و دانش، تہذیب و تمدّن کی دولت سے مالا مال ہے۔ میں اپنی بات، استاذِ گرامی جناب عاصی کرنالی کے ان چار مصرعوں پر ختم کرتا ہوں:

کیا ادب ، کیا علم ، کیا اخلاق ، کیا تہذیب و فن
کتنی کرنوں کا افق ، کتنے اُجالوں کا وطن!
اپنے روحانی شرف سے رُوحِ پاکستان ہے
شہر سارے محترم ، ملتان پھر ملتان ہے

انیس الرحمٰن

فلسفۂ محبت اور ہمارے اکابر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے، اہل خانہ سے عزیز رشتہ داروں سے، اولاد سے بہت محبت ومودت فرماتے تھے۔حتیٰ کہ عام ملنے جلنے والا اگر چہ وہ مسلمان نہ بھی ہوتا اس سے بھی محبت کا ایسا مظاہرہ فرماتے کہ وہ بھی محبت کرنا سیکھ جاتا۔

اس لیے صحابہ کرام ازواج مطہرات اور بنات طیبات بھی ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے اور ایک دوسرے کا بے حد ادب واحترام بجالاتے کیوں کہ انہوں نے یہ سب بارگاہ نبوت سے سیکھا تھا۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت بلکہ پیغمبر علیہ السلام سے ملی ہوئی خدا کی امانت دنیا کے کونے کونے کے لوگوں کے سینوں میں منتقل کی اس کے ساتھ یہ محبت بھی منتقل کردی۔ پھر اہل اسلام ایک دوسرے سے ایسے محبت کرنے لگے جن کی مثالیں دین اسلام کے علاوہ اور کسی دین کے ماننے والوں کے ہاں نہیں ملتی۔ محبت ومودت کے مناظرہ دیکھ کر اہل ارض وسماء سبھی نے رشک کیا۔ آج اگر کسی مسلمان کا سات سمندر پار بیٹھنے والے کسی مسلمان کے لیے دل دھڑکتا ہے تو اسی پوشیدہ دولت کی وجہ سے ہے جو قلب نبوت سے نکلی اور پھر سینہ بہ سینہ چلتے ہوئے آج کے مسلمان کے دل میں منتقل ہوگئی۔

محبت ایک ایسی خوشبو ہے جو اپنے اردگرد کے ماحول کو معطر وخوشگوار رکھتی ہے پھر اس کے بعد کسی اور خوشبو کی ضرورت نہیں رہتی۔ محبت کا چراغ اگر کسی آدمی کے دل میں روشن ہوجائے تو پھر وہ آدمی اس روشنی سے سارے جہاں کو روشن رکھتا ہے۔ نفرتوں کی ظلمتیں عداوت کی تاریکیاں اور بغض کے اندھیرے صرف محبت کی روشنی سے ہی ختم ہوسکتے ہیں۔ اگر آج کسی کو یہ محسوس ہو کہ محبت کی روشنی ماند پڑتی جارہی ہے جس کی وجہ سے برسوں نفرتوں کے اندھیرے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ فی الحقیقت ایمان کی روشنی کمزور پڑ جاتی ہے کیوں کہ محبت کی روشنی ایمان کی روشنی سے جلا پاتی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جن اقوام کو ایمان کی دولت نصیب نہیں وہ محبت کے سلیقوں سے بھی ناآشنا ہیں۔ فلہٰذا اگر ہم اس بات کے متمنی ہیں کہ ہمارے دل میں بھی محبت کا چراغ روشن ہو جس سے ہم عالم اسلام کو منور کریں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے ایمان کے نور کو تیز کردیں۔ ایمان کے نور میں تیزی اور زیادتی قرآن کریم کی تلاوت، ذکر اللہ اور باقی اعمال صالحہ کی پابندی کرنے سے آتی ہے۔ اور یہ پابندی اہل اللہ یا کسی صالح دوست کی سنگت سے آتی ہے ان چیزوں سے نور ایمان میں زیادتی ہوتی رہتی ہے اور نور ایمان سے نور محبت پروان چڑھتا ہے۔

نور محبت اتنا ہی ضروری ہے جتنا دن کے کام کاج کے لیے نور شمس رات کی تاریکی میں لوگ سورج کے طلوع کا انتظار کرتے ہیں ایسے ہی نفرتوں کی تاریکیوں میں طلوع محبت کا انتظار کیا جاتا ہے۔ اگر سورج بے نور ہوجائے اور دن کا اجالا ختم ہوجائے تو ہم زمین پر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے اسی طرح اگر محبت کا سورج بے نور ہوجائے تو ہم معاشرتی، سیاسی، تنظیمی زندگی میں بھی اپنا ایک قدم آگے بڑھا کر ترقی نہیں کرسکتے۔ قلوب واذہان میں نور محبت کو بسا

کے رکھنا نہایت ضروری ہے کیوں کہ اگر محبت کی کرنیں نہیں ہوں گی تو نفرت، بغض وعداوت اور کینہ جیسے مہلک اندھیرے چھاجائیں گے اوران روحانی امراض کی وجہ سے انسان ڈریکولا بن جاتا ہے۔ جی ہاں! نفرتیں پھیلانے والا ڈریکولا اگراس قسم کا ڈریکولا کسی کے پاس پل دو پل گزار لے تواس کے اندر کی تمام روشن امیدیں، اچھے خیالات اور محبت کے تمام جذبات نچوڑ لیتا ہے اور نتیجتاً جب واپس ہوتا ہے تو اپنی طرح کا ایک مستقل ڈریکولا تیار کر چکا ہوتا ہے۔ آج کل تو ان ڈریکولاؤں کی تعداد میں اچھا خاصا اضافہ ہو چکا ہے اگر ہم تلاش شروع کر دیں تو ہر روز ہمیں کم از کم تین، چار ڈریکولا مل جائیں گے۔

ان ڈریکولاؤں کے فتنے سے بچنے اور محبت کو فروغ دینے کے لیے ایک دوسرے کا ادب واحترام ہمارے لیے بہت ضروری ہے اور آپس میں اعتماد کی فضا کو پیدا کرنا اس فتنہ کے سدباب کا اہم ذریعہ ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص میں یہ دونوں وصف یعنی ادب واحترام اور اپنے ساتھی پر اعتماد موجود ہیں تو پھر اس شخص کے خلوص ومحبت اور تقویٰ للّٰہیت میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ یہ ہی مخلص ومحبت اور متقی انسان اپنی دنیا وآخرت کی ترقی کے منازل بہت سرعت سے طے کر جاتا ہے۔ اللہ پاک ایسے آدمی سے وہ کام لیتے ہیں جو بڑی بڑی انجمنیں کر پاتی ہیں۔

یہ ہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابرین پر اللہ پاک کا خصوصی فضل وکرم تھا کہ ان میں سے ہر ایک فردِ سعید اپنی ذات میں انجمن تھا، اپنے مختصر وقت اور محدود وسائل میں دین حنیف کی نشر واشاعت اور دشمن دین کی سازشوں کے سدباب کے سلسلہ میں وہ کردار ادا کیا کہ آج جب تاریخ کا طالب علم ورق گردانی کرتا ہے تو کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ کردار ایک انجمن کا ہونا چاہیے تھا لیکن اس مرد خدا نے خداوند کریم کی مدد ونصرت سے اکیلے ایک انجمن کا کردار ادا کیا۔

بلاشبہ ہمارے اکابرین ''الحب فی اللہ والبغض فی اللہ'' کے عملی نمونہ تھے۔ اخلاص تقویٰ اور عاجزی وانکساری کے پیکر تھے'' من تواضع للہ رفعہ اللہ'' کے مصداق تھے۔ ان ہی صفات حسنہ اور اخلاق حمیدہ نے ان کے باہمی تعلقات کی خوشگواری کو دوام بخشا اور پھر وہ ایک جاں اور یک آواز ہو کر سینہ سپر ہو گئے خداوند کریم نے ان کے اس اتفاق واتحاد اور خلوص ومحبت کی لاج رکھی کہ عالم اسلام میں ان کو عزت بخشی اور دشمن کے ایوانوں میں ان کے نام سے زلزلہ برپا کر دیا۔

اس خلوص ومحبت اور عاجزی وانکساری کے واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

جامعہ خیر المدارس کے بانی، پیکر اخلاص حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ سید الاحرار امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے پاس آتے ہیں اور مقصد ارشاد فرماتے ہیں کہ شاہ جی! جامعہ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ کے موقع پر آپ کی تقریر پر حکومت نے پابندی لگائی ہے بصورت دیگر مدرسہ کو کسی بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اس لیے کچھ ساتھیوں نے یہ تجویز دی کہ آپ کا نام اشتہار میں آئے بغیر آپ کی تقریر ہو جائے، اگر آپ کی طبیعت پر گراں نہ گزرے اس طرح آپ کی تقریر بھی ہو جائے اور مدرسہ بھی کسی نقصان سے محفوظ رہے۔ تو حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے فرمایا مولانا میرے نام کو رہنے دیجئے میری تقریر کو چھوڑ دیجئے لیکن مدرسہ کو ہر صورت بچنا چاہیے۔ (از خطاب: جانشین امیر شریعت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ بموقع سالانہ جلسہ 1976ء خیر المدارس)

حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے بڑے بیٹے (مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ) کی عمر جب کچھ

زیادہ ہوئی۔ تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہوئے تو امیر شریعت رحمہ اللہ نے دارالعلوم دیو بند، مظاہر العلوم سہارنپور وغیرہ بڑے جامعات کا دورہ کروایا اور ماحول دکھایا پھر پوچھا بیٹا کہاں پڑھنا ہے؟ عرض کیا: دیو بند اور سہارنپور میں تو طبیعت آمادہ نہیں ہو رہی وہاں سے جالندھر پہنچے اور خیر المدارس میں حاضر ہوئے تو بیٹے نے عرض کیا: میں یہاں پڑھوں گا۔ بعد ازاں حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کو اس خواہش سے مطلع کیا تو وہ فرمانے لگے: الحمد للہ! شاہ جی ہماری تو آرزو پوری ہوگئی۔ میں اور میری اہلیہ دونوں ایک عرصہ سے یہ دعا کرتے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شاہ جی کے بیٹے کو دین پڑھانے کی توفیق دے۔ اے اللہ! شاہ جی کا یہ بیٹا ہمیں دے دے، آج ہماری دعا قبول ہوگئی ہے۔ حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ 1940ء میں خیر المدارس جالندھر میں داخل ہوئے اور 1948ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اس تعلیمی دور میں خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کی شفقتیں اور محبتیں شامل حال رہیں۔ حضرت استاذ خود اپنے گھر سے بعض اوقات کھانا شاگرد رشید کے لیے لاتے۔ فراغت کے بعد خود اپنے مدرسہ میں مدرس متعین فرمایا۔ سالانہ جلسہ میں خطاب کے لیے خود دعوت دیتے اور اس موقع پر اپنے مایہ ناز شاگرد کو ''فصیح البیان'' کا لقب دیا امیر شریعت رحمہ اللہ نے اپنے فرزند اکبر سے فرمایا تھا کہ میرا جنازہ تم پڑھانا۔ 21 اگست 1961ء کو جب حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ بھی جنازہ کے موقع پر موجود تھے خیر العلماء سید الاحرار کے گہرے دوست تھے۔ شاہ جی نے اپنے استاذ محترم سے درخواست کی کہ آپ جنازہ پڑھائیں لیکن حضرت استاذ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں آپ جانشین امیر شریعت ہو اس لیے جنازہ بھی آپ ہی پڑھائیں۔ امیر شریعت کا جنازہ جانشین امیر شریعت نے پڑھایا۔ حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ جب خیر المدارس میں دورہ حدیث کے طالب علم تھے تو ایک رات سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے احوال و مناقب کا مطالعہ کرتے رہے طبیعت پر اتنا اثر ہوا کہ ساری رات روتے رہے جب صبح ہوئی تو اپنا نام صحابی رسول سلام اللہ علیہ کی نسبت سے ''ابوذر بخاری'' تجویز کر لیا۔ 1961ء میں اللہ پاک نے بیٹا عطا فرمایا تو جگر گوشہ کا نام بھی صحابی رسول کی نسبت سے محمد معاویہ رکھا اس لیے آپ اپنا نام یوں لکھتے۔ ''سید ابو معاویہ ابوذر بخاری'' پھر اسی نام سے مشہور ہوئے۔ 1970ء میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کا وصال ہوا تو اس کے بعد بھی اپنے مادر علمی میں حاضر ہوتے رہتے، سالانہ جلسہ کے موقع پر تقریر کی غرض سے نہیں آتے تھے بلکہ خود فرماتے کہ ''میں یہاں تقریر کی غرض سے نہیں آتا بلکہ اس لیے حاضر ہوتا ہوں کہ اپنے استاذ کی اولاد کا منہ دیکھ لوں، نسبت و تعلق کی وجہ سے تقریر کرنا پڑ جاتی ہے''۔ شاہ جی علمی اعتبار سے بہت اونچے مقام پر فائز تھے لیکن اس کی نسبت ہمیشہ اپنے استاذ والدین اور پیر و مرشد کی طرف فرماتے تھے۔ جب بھی نام لینا ہوتا تو یوں فرماتے حضرت استاذ نے فرمایا اپنے استاذ اور ان سے وابستہ تمام حضرات اور اشیاء کا بے حد درجہ ادب کرتے تھے۔ آپ نے اپنے آخری عمر کے حصہ میں وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ میرے مادر علمی کے وقت کے ''شیخ الجامعہ پڑھائیں گے 1995ء میں آپ کا وصال ہوا تو شیخ الجامعہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار قدس سرہ نے آپ کی نماز جنازہ کی امامت کی۔ اسی خلوص و وفا کی وجہ سے شاہ جی اہل محبت و عقیدت کے قلوب میں زندہ ہیں۔ اہل علم حضرات اپنے علمی مجالس میں آپ کا ذکر خیر احترام و عقیدت کے ساتھ کرتے ہیں اور انہیں ''امام اہل سنت جانشین امیر شریعت

حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری قدس سرہٗ جیسے خوبصورت انداز سے یاد کرتے ہیں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے دوسرے فرزند ہیں۔ انہوں نے بھی جامعہ خیر المدارس میں ہی تعلیم حاصل کی تعلیم حاصل کیا کی بلکہ اپنے بھائی جان کے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ کی شکل وصورت میں مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ اوران کی اہلیہ رحمہا اللہ کی خلوص ومحبت بھری دعا کی برکت سے شاہ جی کا دوسرا بیٹا بھی ان کو مل گیا۔ حضرت خیر العلماء نے ان کو بھی دین بڑی محبت وشفقت اور اخلاص سے پڑھایا۔ محسن شاہ جی اپنے اساتذہ کے نام ایسے لیتے جیسے اساتذہ ان کے لیے کل کائنات اور کل سرمایہ ہوں۔ شاہ جی خود جید عالم دین تھے لیکن پھر بھی اگر کسی مسئلہ میں رہنمائی کی ضرورت ہوتی تو اپنے استاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرماتے کہ میری خوش قسمتی ہے کہ میرے استاذ موجود ہیں اور نیز فرمایا کرتے کہ اگر میری زندگی میں مولانا محمد صدیق صاحب جیسے شفیق اور بارعب اور باکردار استاذ نہ آتا تو میں آج جو کچھ ہوں ایسا نہ ہوتا۔ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب رحمہ اللہ نے اپنی اولاد کی طرح مجھے پڑھایا، نگرانی اور تربیت کی۔ شاہ جی نشتر ہسپتال میں زیر علاج تھے کہ حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے شاہ جی کی درخواست پر دم بھی کیا اور دعاء صحت بھی کی۔ اس کے بعد شاہ جی نے درخواست کی کہ میری وصیت ہے کہ میرا جنازہ آپ پڑھائیں۔ چنانچہ 12 نومبر 1999ء کو شاہ جی کا وصال ہوا اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ اپنے استاذ ومربی حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہٗ کے تربیت یافتہ اور مزاج شناس تھے۔ اپنے استاذ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد جامعہ میں ان ہی کے مسلک اور منہج کو برقرار رکھا آپ علمی، عملی غرضیکہ زندگی کے تمام پہلوؤں کے اعتبار سے اپنے استاذ کی زندگی کے کامل نمونہ تھے۔ وہی عادات وخصائل حتیٰ کہ ترجیحات بھی وہی رہیں۔ نسبتوں کے بہت ہی قدر دان تھے اکابرین کا بہت ہی ادب کرتے گویا کہ ''الدین کلہ ادب'' کو خوب سمجھے ہوئے تھے۔ عاجزی وانکساری آپ ہی کے طرز سے سمجھ آتی تھی۔

کچھ عرصہ قبل بعض تاریخی حوالوں کی بنا پر چند ناعاقبت اندیشوں نے ابناء امیر شریعت پر ناجائز تنقید کے نشتر چلائے کذب وافترا اور دجل وتلبیس کا بازار گرم کیا۔ چند تاریخی متعارض روایات کی وجہ سے طوفان بدتمیزی کو عروج بخشا مذہب احناف اور مسلکِ جمہور اہل سنت والجماعت کو خاک میں ملا کر اپنی قلبی تسکین کا سامان اکٹھا کیا۔ اکابر علماء دیوبند اور مسلک حق سے وابستہ تمام دینی وتعلیمی جامعات کے ذمہ داران حضرات کے فتویٰ وآراء کو پامال کیا تو ابن امیر شریعت حضرت مولانا پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری قدس سرہٗ اپنی مادر علمی جامعہ خیر المدارس کے اکابرین واساتذہ فقیہہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار قدس سرہٗ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس موقع پر قائد وفاق رئیس الجامعہ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ، قائد احرار نواسہ امیر شریعت حضرت سید محمد کفیل بخاری مدظلہ، استاذ الحدیث مدیر الخیر حضرت مولانا محمد ازہر مدظلہ ودیگر حضرات بھی موجود تھے۔ حضرت پیر جی قدس سرہٗ نے عرض کیا کہ آپ میرے استاذ اور بزرگ ہیں۔ میں آپ کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ اپنا عقیدہ ومسلک آپ کے سامنے عرض کروں اگر غلط ہو تو اصلاح فرمادیں۔ سزا دیں تو قبول کروں گا اور صحیح ہو تو

میرے لیے استقامت کی دعا فرمادیں۔'' اہل بیت رضی اللہ عنھم کے بارے میں اور حادثہ کربلا کے حوالے سے میرا وہی مسلک ہے جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ میں اکابر علماء دیوبند خصوصاً حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمھما اللہ کے مسلک پر وکار بند ہوں۔ میں اپنے اسلاف کا مقلد اور ان کے موقف پر قائم ہوں۔ حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے فتویٰ پر عمل پیرا ہوں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور تمام اہل بیت کی محبت کو ایمان کا حصہ سمجھتا ہوں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میرے ایمان کا حصہ ہیں اور یزید تاریخ کا حصہ ہے میں ایمان کو تاریخ پر ترجیح دیتا ہوں۔ نہ یزید کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہوں، نہ اس کی تعریف کرتا ہوں اور نہ اس کو گالیاں دیتا ہوں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مؤقف و اجتہاد کو ہر اعتبار سے حق پر سمجھتا ہوں''

حضرت مولانا مفتی عبدالستار اور حضرت مولانا محمد صدیق رحمھما اللہ نے فرمایا کہ آپ صحیح مسلک پر ہیں اور یہ ہی ہمارے اسلاف کا موقف و مسلک ہے۔ اس کے بعد دونوں حضرات نے دعا فرمائی۔

حضرت مولانا پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ جب واپس جانے لگے تو حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ انہیں دروازے تک چھوڑنے آئے اور فرط محبت میں ان کے جوتے سیدھے کر دیئے۔ حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ حضرت پیر جی قدس سرہٗ نے عرض کیا حضرت! مجھ گناہ گار کے ساتھ آپ نے یہ کیا کیا؟ میں تو آپ کے جوتوں میں بیٹھنے کے قابل ہوں، فرمایا۔ آپ آل رسول ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق قدس سرہٗ کی صاحبزادی بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ دارِ بنی ہاشم سے آموں کا تحفہ آیا، جو طالب علم لے کر آیا اس نے ان کو سائیکل کے پیچھے کریئر پر رکھ لیا۔ راستے میں تقریباً اکثر آم دب گئے میں نے جو اچھے تھے وہ نکال لیے باقی پھینک دیے۔ جب میرے اباجی حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ گھر تشریف لائے تو میں نے بتایا کہ ایسے اکثر آم خراب نکلے، فوراً اُٹھے اور خود کوڑا دان سے آم اُٹھائے اور دھو کر وہ خراب آم کھا بھی رہے تھے اور ساتھ ساتھ فرما رہے تھے کہ بچی تجھے پتہ نہیں کہ یہ آم کس گھر سے آئے ہیں یہ حضرت شاہ جی کے گھر سے آئے ہیں۔

مولانا جنید احمد صاحب حفظ اللہ (رشید آباد ملتان) راوی ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ کی وفات سے ایک ہفتہ قبل بروز جمعۃ المبارک بندہ خیر المدارس عیادت کے لیے حاضر ہوا، حضرت شیخ، دارالحدیث کے برآمدے میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری رحمہ اللہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ بندہ نے دیکھا کہ دونوں حضرات ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر حال احوال لے رہے ہیں حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے بارے میں خیر کی باتیں چل رہی ہیں جب شاہ جی رخصت ہونے لگے تو شاہ جی نے حضرت شیخ کی خدمت میں بطور ہدیہ سیب پیش کیے حضرت شیخ نے شکریہ ادا کیا۔ اصل بات میں جو بتانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ حضرت شاہ جی ویل چیئر پر بیٹھے تھے جب مصافحہ کر کے سواری کی طرف گئے تو حضرت شیخ کو خادم نے چارپائی سے اُٹھا کر ویل چیئر پر بیٹھایا تو حضرت شیخ نے خادم سے شاہ جی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ادھر لے چلو تو حضرت شیخ ویل چیئر پر حضرت شاہ جی کی سواری

تک آئے اور حضرت شاہ جی کو رخصت کیا۔

مولانا اخلاق احمد حفظ اللہ راوی ہیں کہ دورہ حدیث والے سال ایک دن صبح کے وقت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ، حضرت حافظ سید وکیل شاہ صاحب رحمہ اللہ اور مولانا سید عطاء المنان بخاری حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ کو ملنے جامعہ خیر المدارس میں تشریف لائے۔ حضرت شیخ، دارالحدیث کے سامنے صحن میں تشریف فرما تھے کہ جب ان حضرات کو گاڑی سے نیچے اترتے دیکھا تو حضرت شیخ کی آنکھوں سے موتیوں کی ایک لڑی جاری تھی اور بار بار آپ کی زبان پر یہ جملہ آرہا تھا کہ ’’آہ! آہ لوگ اس خاندان کی قدر نہیں جانتے یہ بہت اونچا خاندان ہے‘‘۔ بعدازاں آپ نے اپنے خادم خاص مولانا اختر رسول سے فرمایا کہ آج گھر میں جو چیز بھی موجود ہے ناشتہ کرنے کے لیے لے آؤ، آج مجھے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ عمرہ کی ادائیگی سے واپس آئے تو فرمایا کہ طواف سے فارغ ہوکر میں جب مطاف سے باہر آرہا تھا تو مجھے لگا جیسے سامنے نواسۂ امیر شریعت، سید محمد کفیل بخاری صاحب کھڑے ہیں۔ میں نے اپنے خادم کو کہا کہ مجھے وہاں لے چلو کفیل شاہ صاحب سے ملاقات کرنی ہے۔ مگر جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا وہ کفیل شاہ جی نہیں بلکہ کوئی اور صاحب تھے جو ہو بہو کفیل شاہ صاحب کی طرح تھے۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ اصل میں اللہ تعالیٰ نے کفیل شاہ صاحب کی شکل کا آدمی دکھا کر مجھ سے حرم میں دعا کرانی تھی تو میں نے حرم میں ان کے لیے بہت دعا کی۔ بعد میں مسجد نبوی شریف میں کفیل شاہ جی سے ملاقات بھی ہوگئی۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی زندگی کا اکثر حصہ جامعہ خیر المدارس میں گزرا، جامعہ میں ہی تعلیم حاصل کی، فراغت کے بعد تدریسی مراحل طے کیے اور پھر صدر المدرسین، شیخ الحدیث اور استاذ المحدثین کے مقام پر فائز تھے۔ 18 فروری 2016ء کو آپ کا وصال ہوا، ابناء امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المؤمن شاہ بخاری اور حضرت مولانا پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ بخاری رحمہما اللہ نے ضعف وعلالت کے باوجود جنازہ میں شرکت کی اور حضرت پیر جی نے فرمایا: کہ مولانا تو مقبول بارگاہ الٰہی اور بخشے ہوئے ہیں میں نے اس عظیم الشان ہستی کے جنازے میں اس لیے شریک ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادے۔ بلاشبہ جامعہ خیر المدارس وہ درس گاہ ہے جہاں ادب پڑھا بھی ہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی ہے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا قاری محمود احمد دامت برکاتہم جو اس وقت یقیناً بقیۃ السلف ہیں۔ اکابر علماء سے علم حاصل کیا اور اب استاذ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ راقم کو ابتدائی تعلیمی سال سے ہی حضرت استاذ مدظلہ کی قربت نصیب ہوگئی تھی۔ حضرت قاری صاحب سے راقم نے گلستان سعدی، تفسیر، فوائد مکیہ اور نور الانوار پڑھیں۔ دوران سبق یا بعد میں کوئی ہلکا پھلکا کام ہوتا تو راقم کو یاد فرماتے گھر سے کتاب یا عینک منگوانی ہوتی تو راقم کو فرماتے آخری سال یعنی نور الانوار والے سال پہلا سبق نور الانوار کا ہوتا تھا اس سال نظر زیادہ کمزور ہو چکی تھی اس لیے بغیر عینک کے کام نہیں چلتا تھا۔ کبھی کبھار عینک گھر سے لانا بھول جاتے تھے تو درسگاہ میں تشریف لاتے ہی مجھ سے فرماتے گھر سے عینک لے آؤ چونکہ پہلا سبق ہوتا اس لیے راقم کو اکثر درسگاہ میں حاضر ہونے میں تاخیر ہو جاتی تھی۔ جس دن عینک لانا بھول جاتے اور مجھ سے تاخیر ہو جاتی آپ تشریف لاکر بیٹھ جاتے۔ سبق شروع نہ فرماتے چوں کہ عینک گھر سے لانا ہوتی تھی اس لیے کسی اور کو بھی نہ حکم فرماتے بلکہ انتظار فرماتے جب

میں حاضر ہوتا پہلے تو تاخیر سے آنے پر خوب ڈانٹ پڑتی پھر حکم فرماتے کہ جاؤ اب عینک لے آؤ۔

نور الانوار والے سال کسی طرح حضرت استاذ مدظلہ کو پتہ چل گیا کہ میرا بیعت کا تعلق ابن امیر شریعت حضرت مولانا پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ سے ہے۔ تو بہت خوش ہوئے فرمانے لگے بہت زندہ دل ہیں۔ بہادر ہیں ان کے ساتھ جو بھی تعلق رکھتا ہے وہ بہادر بن جاتا ہے پھر بزدل نہیں رہتا۔ تو نے بہت اچھا کیا ہوا ہے کہ ان لوگوں سے تعلق رکھا ہوا ہے فرمایا میرے تو ساتھی ہیں لیکن بہت اونچی شان والے ہیں۔ یہ فرما کر آپ آبدیدہ ہو گئے۔

حضرت پیر جی قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت قاری محمود احمد صاحب بھی میرے استاذ ہیں۔ فرمایا۔ جھنگوی؟ عرض کیا: جی ہاں فرمایا بھائی! وہ کام کے آدمی ہیں پڑھا رہے ہیں۔ کسرِ نفسی کے طور پر فرمایا میں کسی کام کا نہیں ہوں۔

کئی دن گزرنے کے بعد ایک دن حضرت قاری صاحب مجھے اپنے گھر لے گئے اور خود بے تکلفی سی حالت میں بیٹھ گئے۔ فرمایا: آج طبیعت پر بوجھ محسوس ہو رہا ہے کچھ سنا دو۔ میں نے عرض کیا کہ استاد جی! آپ کا تذکرہ میں نے حضرت پیر جی کی مجلس میں کیا تھا۔ سر جھکا کر بیٹھے تھے فوراً سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے فرمایا: اچھا پھر؟ میں نے مذکورہ بالا گفتگو تفصیل سے سنائی تو بہت خوش ہوئے حضرت پیر جی قدس سرہٗ کی بات ''میں کسی کام کا نہیں'' کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان میں عاجزی وانکساری بہت ہے ویسے تو ان سب حضرات میں عاجزی وانکساری خوب ہے لیکن حضرت پیر جی میں عاجزی تو اپنے بڑے بھائی جان سے بھی زیادہ ہے۔

حضرت استاذ مولانا قاری محمود احمد مدظلہ گھر میں اکثر سر سے ٹوپی اتار کر بے تکلفی کی حالت میں ہوتے تھے اور اسی حالت میں ہی محوِ گفتگو رہتے لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات صحابہ کرام اور اولادِ رسول علیہم الرضوان میں سے کسی کا نام مبارک لینا ہوتا تو پہلے فوراً رومال اٹھا کر سر ڈھانپتے اور پھر نام لیتے۔ اسی طرح کا اہتمام اپنے اساتذہ مشائخ اکابرین حتیٰ کہ حضرت پیر جی قدس سرہٗ جو حضرت قاری صاحب کے ساتھی تھے کا نام لیتے وقت بھی دیکھا۔ ان ہی نفوس کے مبارک وجود سے ادب کا نام ونشان باقی ہے ورنہ بے ادبی اور گستاخی کا جو سیلاب نئی نسل میں آ رہا ہے وہ سب کو بے دینی کی طرف لے کر جا رہا ہے۔ کاش کوئی سنبھل جائے۔ نبیرۂ امیر شریعت سید عطاء اللہ ثالث بخاری مدظلہ کا خطاب جامعہ نعمانیہ نظامیہ ملتان کی سالانہ تقریب کے موقع پر تھا کہ شاہ جی نے بہت مختصر خطاب کیا۔ میں نے بعد میں وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میرے استاذ حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہ (رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس) اسٹیج پر تشریف فرما تھے تو ان کی موجودگی میں بھلا میں کیسے تقریر کر سکتا تھا خانوادۂ امیر شریعت کا ہر فرد ایسا خطیب ہے کہ بڑی سے بڑی شخصیت کی موجودگی ان کی تقریر پر اثر انداز نہیں ہوتی لیکن اپنے استاذ کے ادب واحترام میں سید زادے نے اپنی تقریر کو مختصر کر کے ختم کر دیا۔

یہ سب سید الاحرار امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اور بانی جامعہ خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے درمیان جو آپس کا محبت وخلوص بھرا تعلق تھا اس کا عکس تھا کہ جو ایک صدی گزر جانے کے باوجود بھی قائم ہے۔ اب یہ تعلق تیسری نسل میں بھی منتقل ہو چکا ہے۔ نواسہ امیر شریعت قائد احرار حضرت

مولانا سید محمد کفیل بخاری مدظلہ نے اپنے فرزند سید عطاء الحسن بخاری حفظہ اللہ کو اپنی مادرِ علمی میں تعلیم دلوا کر اس تعلق کو مزید پروان چڑھایا ہے۔

قائد وفاق حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ اور قائد احرار حضرت مولانا سید محمد کفیل شاہ بخاری مدظلہ کے درمیان برادرانہ مخلصانہ تعلق ہے۔ دونوں حضرات جب کبھی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر کسی کام کا مشورہ کر رہے ہوتے ہیں تو دیکھنے والا اندازہ کر سکتا ہے کہ ان کے دادا اور نانا بھی یوں ہی آپس کے معاملات نمٹاتے ہوں گے۔

چند سال قبل جامعہ خیر المدارس کے سالانہ اجتماع کے موقع پر نبیرۂ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ ثالث بخاری مدظلہ تشریف لائے تو حضرت رئیس الجامعہ مدظلہ شاہ جی کا ہاتھ تھامے ہوئے اسٹیج پر تشریف لائے۔ اس منظر کو دیکھنے والے ہر آدمی نے یہ سوچا ہوگا کہ شاید حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کبھی حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کو اسی انداز میں اسٹیج پر لاتے ہوں گے۔ اسی طرح حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا سید محمد کفیل بخاری مدظلہ کا آپس میں ملنے کا انداز جو محبت اور ادب و احترام سے بھرپور ہوتا ہے وہ پورے ماحول کو خوشگوار کر دیتا ہے۔ یہ تو باہر کی صورت حال ہوتی ہے ان حضرات کے قلوب کا حال تو اس سے بھی نرالا ہوگا۔

آپ حضرات کی نظر سے فلسفۂ محبت اور اکابرین و اساتذہ کا طرزِ محبت تفصیل سے گزرا کہ ایک تعلق جو ایک صدی پہلے قائم ہوا تھا آج بھی قائم ہے شروع میں ذکر کیا کہ محبت کے تعلق کو ڈریکولا ختم کر دیتا ہے یہ وہ ڈریکولا ہوتا ہے جو محبتوں کو نچوڑ کر نفرتیں بھرتا ہے اور اس طرح سے اپنی جماعت کے افراد میں اضافہ کرتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم ان ڈریکولاؤں سے دور بھی رہیں اور ان کو بھی اپنے سے دور رکھیں اگر یہ نزدیک آئیں تو خود دور ہو جائیں۔ اس کا ایسا وائرس ہے جس سے محبت کی موت واقع ہوتی ہے۔ اگر یہ وائرس کسی گھر میں داخل ہو جائے تو گھر تباہ ہو جاتا ہے اور اگر کسی ادارہ میں داخل ہو جائے تو بنا بنایا ادارہ سازشوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر یہ وائرس دو مخلص دوستوں میں آ جائے تو تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ ہمارے اکابر، اساتذہ اور مشائخ اس سے بہت بچتے تھے بلکہ یہ ڈریکولا خود ان سے دور بھاگتا تھا۔ کیوں کہ ہمارے اکابر کی نسبت قوی تھی اس لیے اول تو یہ ڈریکولے ان کے قریب بھی نہیں آ سکتے تھے اور اگر آئے بھی تو ان پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ آج ہمیں بھی ڈریکولاؤں سے بچنے کے لیے با نسبت ہونا ضروری ہے اور پھر اس نسبت کو قوی کرنا بھی ضروری ہے۔ ہمارے اکابر و مشائخ کے جانشین اپنی اپنی جگہ موجود ہیں۔ الحمدللہ وہی خوشبو ہے وہی تاثیر ہے۔ ان کے ساتھ تعلقات قائم کر کے اپنی دنیا کو خوشگوار بنایئے اور آخرت کے لیے بھی ڈھیر سارا ذخیرہ اکٹھا کیجیے۔

اللھم احفظنا من جمیع المعاصی و الفتن ماظھر منھا وما بطن وارفع عنا البلاء والوباء فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین.

نور اللہ فارانی

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور تصویر کشی

تاریخ آزادی کے صفحات میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ برصغیر پاک و ہند کے مجاہدین آزادی کے سرخیلوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ نے اپنے زورِ خطابت سے انگریزی اقتدار کو کمزور کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جب تک انگریز ہندوستان پر قابض رہا۔ آپ نے بھی ہر صورت ان کو خوب للکار۔ اسی پاداش میں بارہا انہوں نے اپنی بھرپور زندگی کا کافی حصہ جیل میں گزارا۔ مگر ان کے حوصلے پست نہیں ہوئے، وہ برابر گرجتا رہا حتی کہ ان کے سامنے انگریز کو ہندوستان سے بوریا بستر گول کرنا پڑا۔ آپ چونکہ عوامی لیڈر تھے اور اس وقت کے انگریز حکومت کے سب سے بڑے باغی اور ناقد تھے، آپ ہمیشہ انگریز کی سی آئی ڈی کی نظروں میں ہوتے، سی آئی ڈی والے جن کو شاہ جیؒ طنزاً ''کراماً کاتبین'' کہہ کر مخاطب کرتے آپ کے بیانات کے نوٹس لینے کے لیے ہر وقت چوکنا رہتے، رسائل واخبارات کے چار چار نمائندے آپ کی گل افشانی گفتار کو قید تحریر میں لا کر صفحہ قرطاس کی زینت بناتے اور پھر اپنے اخبارات کے صفحات شاہ جیؒ کی گفتگو سے مزین کرتے۔ آپ کی خطابت کی رپورٹنگ کے ساتھ ساتھ آپ کی تصویر کشی کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔ الیاس رشیدی مدیر ہفت روزہ ''نگار'' کراچی کے بقول: ''اکثر مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تقریروں کی رپورٹنگ چار چار اخباری صفحوں پر مشتمل ہوتی تھیں۔ اس زمانے کے بعض اخبار چار صفحوں کے ہوتے تھے جو مولانا کی تقریر کے بعد چاروں صفحات پر ان کی تصویریں شائع کرتے تھے۔''(۱)

میرے حلقۂ احباب میں سے بعض احباب کا یہ کہنا ہے کہ بخاریؒ بھی مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کی طرح تصویر کشی جائز سمجھتے تھے اس لیے بعض دیگر علمائے امت اور اکابر کی طرح کافی تعداد میں آپ کی تصاویر بھی پائی جاتی ہیں ۔مگر یہ بات کسی طرح درست نہیں، خود مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کے بارے میں یہ بات کہنا کہ وہ تصویر کشی کو جائز سمجھتے تھے اور ان کا عمل اور ان کی تحریرات کو بطور دلیل پیش کرنا کسی طرح بھی درست نہیں اس حوالے سے دونوں اکابر کی تحریرات موجود ہیں جس میں ان دونوں بزرگوں نے تصویر کے حوالے سے اپنے نقطۂ نظر کا واشگاف الفاظ میں اعلان کیا ہے۔ کھلے دل سے رجوع کیا ہے اور معترف ہوئے ہیں۔ چنانچہ فضل الدین احمد جو مولانا ابوالکلام آزادؒ کی کتاب ''تذکرہ'' کی ناشر ہیں، انہوں نے جب اس زمانے کی روایت کے مطابق مولانا آزادؒ سے ''تذکرہ'' میں شامل کرنے کے لیے تصویر کا مطالبہ کیا تو مولانا ابوالکلام آزادؒ نے جواب میں لکھا:

’’تصویر کا کھنچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے۔ یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی تھی اور ’’الہلال‘‘ کو باتصویر نکالا تھا۔ میں اب اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں۔ میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہیے نہ کہ از سرنو اُن کی تشہیر کرنی چاہیے۔‘‘(۲)

اسی طرح علامہ سید سلیمان ندویؒ نے جب حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ساتھ بیعت کی اور روحانی رشتہ جوڑا تو اپنے شیخ سے کمال محبت اوران کی توجہ کی بدولت ان کے کسی اشارے کے بغیر آپؒ نے ’’رجوع واعتراف‘‘ کے نام سے جنوری 1943ء کے ماہنامہ ’’معارف‘‘ میں اپنی ایک تحریر شائع فرمائی جس میں مسئلہ تصویر کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

’’مسئلہ تصاویر کے متعلق میں نے 1919ء میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں ذی روح کے فوٹو لینے یعنی عکسی تصویر کشی اور خصوصاً نصف حصہ جسم کے فوٹو کا جواز ظاہر کیا تھا، اس سلسلہ میں بعد کو ہندوستان اور مصر کے بعض علماء نے بھی مضامین لکھے جن میں سے بعض میرے موافق ہیں اور بعض میرے مخالف، لیکن بہر حال اس بحث کے سارے پہلو سامنے آ گئے ہیں، اس لئے سب کو سامنے رکھ کر اب اس سے اتفاق ہے کہ صحیح یہی ہے کہ امرِ اوّل دستی تصویر کی طرح ناجائز ہے اور امرِ ثانی کا کھینچنا ناجائز اور کھچوانا باضطرار جائز ہے اور دھڑ کا بغیر سر اور چہرے کے دونوں جائز!‘‘(۳)

اس مضمون میں تصویر کشی کے بارے چند مشاہداتی واقعات کے تناظر میں قارئین سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا موقف پڑھیں گے بالخصوص یہ تحریر ان احباب کے لیے لکھی گئی ہے جو شاہ جی کی تصاویر دیکھ کر یہ رائے قائم کر لیتے ہیں کہ شاہ جیؒ بھی تصویر کشی کے قائل تھے۔

میرے آذر:

جناب جانباز مرزا لکھتے ہیں:

1930ء میں پہلی مرتبہ حضرت امیر شریعت کی تصویر اخبارات میں شائع ہوئی۔ بمبئی کانگریس میں مس سروجنی نائیڈو کی تقریر سن رہے تھے کہ کیمرے کی آنکھ نے انہیں غافل پا کر فوٹو چوری کر لیا۔ اور پھر یہی تصویر متحدہ ہندوستان کے ہفتہ وار انگریزی اخبار ’’ممبئی کرانیکل‘‘ اور روزنامہ ’’امرت بازار پتریکا‘‘ میں شائع ہوئی۔ دوسری تصویر ’’ڈمڈم‘‘ کے جیل خانہ میں کشمیر کے کیپٹن عبدالرشید کے ساتھ ان کے اصرار پر بنگالی نوجوانوں نے اتاری، جو ملاقات کے لئے آئے تھے۔ امیر شریعت بذات خود تصویر کے خلاف تھے، اس کے باوجود ان کی تصویریں گاہے بگاہے دیکھنے میں آئیں۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ ان میں ان کی رضا شامل نہ تھی۔ 1935ء میں ملتان کے مشہور عکاس چودھری بشیر احمد

نے چوک حسین آگاہی میں جب اپنا نگارخانہ ترتیب دیا تو کسی بہانے حضرت امیر شریعت کو وہاں لے گیا۔ چوہدری بشیر احمد کے والد ڈاکٹر رحیم بخش مرحوم کی تصویر وہاں آویزاں تھی۔ مرحوم اگرچہ حضرت امیر شریعت کے مرید نہیں تھے، پھر بھی انہیں حضرت امیر شریعت سے بڑی عقیدت تھی، حضرت امیر شریعت کی نظر بے اختیار ان پر جا پڑی اور کچھ دیر تک تصویر کو دیکھتے رہے۔ اس موقعہ پر کیمرہ مین نے بڑی حکمت سے کیمرہ کو تصویر کی پناہ میں رکھ کر وقت کا تعین کر دیا تھا۔ اچانک ٹک کی آواز پر امیر شریعت چونک پڑے، اور بڑی حیرت سے پوچھا ''یہ کیا؟'' آخر انہیں پتہ چل گیا کہ میری تصویر اتار لی گئی ہے۔ اس پر سخت ناراض ہوئے، اور فوٹو گرافر سے وعدہ لیا، یا تو اسے ضائع کر دینا یا عام نہ کرنا، لیکن اس کے باوجود یہ تصویر راقم کے ہاتھ آ گئی، اور یہ وہی تصویر ہے جو اخبارات میں عام شائع ہوتی رہتی ہے، اس پر حضرت امیر شریعت جب کبھی فوٹو گرافر سے ملتے تو اسے ''میرے آذر'' کہہ کر پکارتے۔ 1957ء میں راقم نے روزنامہ ''آزاد'' کے لئے حضرت امیر شریعت کی تصویر بنانا چاہی، لیکن انہیں پتہ چل گیا اور اس قدر بگڑے کہ راقم سے دو سال تک بات نہیں کی۔ (۴)

مسئلہ دریافت کرنے آئے کہ میرے گناہوں کی فہرست تیار کرنے:

حافظ لدھیانوی اپنے مضمون ''یادوں کے انمول خزانے'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

ایک دن شاہ جی سے کسی نے تصویر کھنچوانے کے بارے میں سوال کیا۔ شاہ جی نے فرمایا:

از روئے شریعت تصویر کھنچوانا جائز نہیں۔ اس نے جواب میں کہا کہ آپ کی تصاویر اخبارات میں شائع ہوتی ہیں اس کا کیا جواز ہے؟۔ شاہ جی نے اپنی مدافعت میں کوئی بات نہیں کی، شاہ جی اپنی صفائی میں بہت کچھ کہہ سکتے تھے۔ مگر وہی شگفتہ مزاجی کے انداز میں فرمایا: تم مجھ سے مسئلہ دریافت کرنے آئے تھے کہ میرے گناہوں کی فہرست تیار کرنے آئے تھے۔ وہ اس جواب سے بہت نادم ہوا۔ (۵)

میری تصویر میرے افکار ہیں:

شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

''جب کسی فوٹو گرافر نے ان کی تصویر لینا چاہی تو چہرے پر رومال ڈال لیا یا ڈانٹ کر بیٹھا دیا۔ کیا کرتے ہو میاں؟ یہ میری تصویر بنا کر کیا کرو گے؟ میری تصویر میرے افکار ہیں۔ میرے خیالات کو اتار سکتے ہو تو دل کے فوکس میں اتار لو، یہ سب سے اچھی تصویر ہو گی۔ دنیا میں نہ سہی عاقبت میں کام آئے گی اور ہاں میری تصویر۔۔۔۔۔۔؟ بیٹا پاس بیٹھا ہو تو اس سے کہتے ''کھڑے ہو جاؤ! شاہ جی'' فوٹو گرافر سے مخاطب ہو کر ''میری تصویر میرا یہ بیٹا ہے، اس کو دیکھ لو اور ہاں میری نظر سے دیکھنا! کتنی اچھی تصویر ہے۔''

میرے میاں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرمایا ہے:

شورش کاشمیری مزید لکھتے ہیں:

خود عمر بھر میں ایک آدھ تصویر کھنچوائی، اس کے علاوہ دو چار تصویریں اور ہوں گی لیکن سب چوری چھپے کی، وہ تصویر کا رکھنا اور کھنچوانا شرعاً ممنوع سمجھتے تھے۔ انہیں مصوری اور عکاسی کی خلقی اور غیر خلقی بحثوں سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہ انہیں کٹ حجتی سمجھتے۔ عرض کیا کہ فلاں فلاں بزرگ کی تصویر بن چکی ہے۔ مثلاً مولانا ابوالکلام آزاد (جن سے شاہ جی کو خصوصی ارادت تھی) فرماتے:

''تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میں سیاست میں ان کا (مولانا آزادؒ کا) مقلد تھا شریعت میں نہیں۔ میرے لئے ان کا کوئی فعل حجت نہیں۔ بابو! میرے میاں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرمایا ہے ان کے قول کے بعد سب اقوال ہیچ ہیں۔'' (۶)

حافظ لدھیانوی لکھتے ہیں:

''شاہ جیؒ نے ساری زندگی قصداً تصویر نہیں کھنچوائی جب جلسے میں کیمرہ مین سامنے آتا تو آپ چہرے پر کپڑا ڈال لیتے۔ مگر لوگ کسی نہ کسی طرح تصویر اتار لیتے۔ اس میں شاہ جیؒ کی مرضی کا کوئی دخل نہ تھا۔'' (۷)

چوک میں رکھ کر جوتے مارنا:

خان لیاقت علی خان مرحوم کے دور میں جب انتخابات میں کوئی مرزائی الیکشن میں کامیاب نہ ہو سکا بلکہ جتنے مرزائی اُمیدوار تھے، مجلس احرار اسلام نے ان کے حلقوں میں ایسے ڈیرے لگائے کہ سب کی ضمانتیں ضبط ہوئیں۔ پھر مجلس احرار کی طرف سے لاہور میں یومِ تشکر منایا گیا۔ شاہ جی کی وہ تقریر بڑی معرکۃ الآراء تھی جب تقریر کر رہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چہرے کے گرد نور کا ہالہ ہے۔ کسی اخبار کے کیمرہ مین نے تصویر اُتاری تو کیمرہ کے فلش کے چمکنے سے شاہ جی سمجھ گئے کہ اس نے تصویر اُتاری ہے، جھٹ فرمایا: کر گئے اپنا کام۔ پھر گرج کر عوام سے کہا:

''جب صبح کے اخبار میں میری تصویر چھپ کر آئے تو تمہیں خدا کی قسم ہے چوک میں رکھ کر جوتے مارنا اس کسر نفسی پر تمام مجمع حیران رہ گیا''۔ (۸)

شورش کاشمیری اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''وہ کسی کو اپنی فوٹو کھینچنے نہیں دیتے تھے۔ اور کھنچوانے کا تو سوال ہی خارج از بحث تھا۔ ان کا ایک فوٹو جو کلینڈر میں دیا جارہا ہے، عام ہے شاید کسی طرح ان کی اجازت سے کھینچ گیا ہے۔ تاہم اس پر سخت ناراض تھے۔۔۔ باقی تمام تصویریں ان کی منشاء مرضی اور ارادے کے خلاف ہیں، اور فوٹو گرافروں کی اپنی ہوشیاری کا نتیجہ۔ ان میں بعض

تصویریں ''چٹان'' کے فوٹو گرافروں کی حاصل کردہ ہیں، جو انہیں گفتگو میں مصروف رکھ کر بنائی گئی ہیں۔ راقم الحروف کی تحریر کردہ سوانح عمری میں ان کی جو تصویر ہے، کتاب کا پہلا نسخہ ان کے ہاں پہنچا، تو کسی معتقد یا بزرگ نے اعتراض نما سوال کیا، تصویر پھاڑ کر اس کے حوالے کردی، اور کہا اس کو جوتے مارو، ضرور مارو سوچتے کیا ہو۔ یہ بے نفسی اب کہاں؟ اور اس استغناء کے نمونے کوئی کہاں سے لاسکتا ہے۔''(۹)

شرارت سے باز نہیں آئے:

حافظ عبدالرشید ارشد، رازی اور آصفی دو بھائیوں کا شاہ جی سے ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آصفی نے آٹو گراف کے لیے کاپی پیش کی تو اس پر شعر لکھا:

کانٹوں میں ہے گھرا ہوا چاروں طرف سے پھول
پھر بھی کھلا ہی پڑتا ہے کیا خوش مزاج ہے

یہی وقت رازی صاحب کو فرصت کا ملا اور انہوں نے جھٹ سے آپ کی تصویر لے لی آپ نے فرمایا کہ شرارت سے باز نہیں آئے یہی وہ تصویر ہے جو آغا شورش مرحوم نے آپ کی سوانح کے پہلے ایڈیشن کے شروع میں لگائی تھی کہ شاہ صاحب کچھ لکھ رہے ہیں۔''(۱۰)

تم نے میری تصویر کیوں خریدی ہے:

پروفیسر خالد شبیر احمد صاحب اپنے ایک مضمون ''آتا ہے بہت محرم اسرار وفا یاد'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

......اس موقع پر سٹیج پر ہی شاہ جی سے میری ملاقات ہوئی۔ یہ انتہائی مختصر ملاقات تھی۔ میرے ہاتھ میں شاہ جی کا فوٹو تھا۔ خیریت پوچھی، بعد میں فرمانے لگے یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ میں نے کہا حضرت آپ کی تصویر ہے۔ کہنے لگے تمہیں بھی تصویر کی ضرورت ہے۔ تم نے میری تصویر کیوں خریدی ہے۔ تصویریں بنانا اور تصویر بیچنا خریدنا چونکہ شرعی طور پر منع ہے۔ اس لیے ان سے منع فرماتے تھے۔''(۱۱)

ماہنامہ الصدیق ملتان میں شائع شدہ یہ واقعہ بھی شامل مضمون کر رہا ہوں جس میں شاہ جیؒ کی تصویر کا بھی ذکر ہے اور ایک اہم سبق بھی۔

گزشتہ روز کا واقعہ ہے کہ میں بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ ''امروز'' کا پرچہ پاس پڑا تھا جس پر حضرت شاہ جیؒ کا فوٹو چھپا ہوا تھا۔ محلّہ کی ایک چھوٹی بچی کھیلتی ہوئی آئی اور شاہ جی کا فوٹو دیکھ کر بولی یہ شاہ جی کا اخبار ہے؟ کسی جواب کا انتظار کئے بغیر واپس دوڑ گئی۔ تھوڑی دیر بعد آئی اور بڑے منت آمیز لہجے میں کہنے لگی کہ میری نانی اماں بہت ہی بوڑھی ہیں۔ وہ شاہ جیؒ کے جنازہ پر نہیں جاسکیں آپ ہمیں یہ اخبار دے دیں؟ ہم تصویر دیکھ کر جلد واپس کر دیں

گے۔اخبار لے گئی۔واپس آ کر بولی اگر آپ کے پاس شاہ جی کی کوئی اور اچھی سی تصویر ہو تو ہمیں دے دو، ہم زیارت کر کے واپس کر دیں گے۔

اس بات سے جہاں عوام الناس میں شاہ جی کی بے پناہ مقبولیت اور لوگوں کی ان کے ساتھ عقیدت اور ارادت کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ اندیشہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ شاہ جیؒ ساری عمر جن خلاف شرع افعال (مثلاً قبر پرستی، تصویری پوجا، نذر نیاز اور اندھی عقیدت وغیرہ) سے منع فرماتے رہے ہیں۔ہم لوگ ان افعال کی ابھی سے خود شاہ جیؒ کی تصاویر اور شاہ جیؒ کے مزار سے ابتداء نہ کر بیٹھیں۔(۲۱)

حوالاجات

۱۔ ماہنامہ ''سرگزشت'' کراچی مارچ ۱۹۹۴ء

۲۔مولانا ابوالکلام آزاد، تذکرہ، ساہتیہ اکادیمی نئی دلی، اشاعت ۱۹۸۵ء، ص ۴۲

۳۔غلام محمد بی اے، تذکرہ؟ سلیمانؒ، ادارہ مجلس علمی کراچی، ص:۱۴۷

۴۔ جانباز مرزا، حیات امیر شریعتؒ، ص:۴۷۵

۵۔ماہنامہ نقیب ختم نبوت کا امیر شریعت نمبر جلد اوّل ص:۵۸۴

۶۔شورش کاشمیری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔۔۔سوانح افکار، ص:۱۸

۷۔ماہنامہ نقیب ختم نبوت کا امیر شریعت نمبر جلد دوم ص:۱۶۰

۸۔سید امین گیلانی، بخاری کی باتیں، ص:۱۲۸

۹۔ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور ۱۵ جنوری ۱۹۶۲ء ص:۲۱

۱۰۔ماہنامہ نقیب ختم نبوت کا امیر شریعت نمبر جلد دوم ص:۱۲۸

۱۱۔ماہنامہ نقیب ختم نبوت کا امیر شریعت نمبر جلد دوم ص:۱۱۰

۱۲۔ماہنامہ نقیب ختم نبوت کا امیر شریعت نمبر جلد دوم ص؟ ۲۵۸

بحوالہ ماہنامہ ''الصدیق'' ملتان ربیع الاول ۱۳۸۱ھ

ڈاکٹر ضیاء الحق قمر

استاذ العلماء حافظ عبدالرشید خلیق رحمۃ اللہ علیہ

جنہوں نے 42 سال اچھرہ کو علم کی روشنی سے منور کیا اور اپنی عمر عزیز کے 70 برسوں میں 42 برس اچھرہ میں گذارے اور اچھرہ ہی ان کا مدفن بنا۔

آپ 1952ء کو حیدر آباد میں مولانا عبداللطیف صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ایک متدین متشرع اور ذی علم و فضل خاندان سے تھا۔ آپ کے والد دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے ان کے معاصرین میں مفتی رشید احمد، مفتی زین العابدین اور مولانا عبدالمالک کاندھلوی ہیں۔ مولانا عبداللطیف صاحب نے دورہ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد دارالعلوم دیوبند سے ہی تدریس کا آغاز کیا۔ 1366ھ کی سالانہ چھٹیوں کے دوران جب آپ حیدر آباد تشریف لائے ہوئے تھے تو پاکستان کا قیام عمل میں آ گیا جس کی وجہ سے آپ دوبارہ دارالعلوم تشریف نہ لے جا سکے۔

آپ کی تعلیم کا آغاز حفظ قرآن مجید سے ہوا، حفظ کے لیے آپ مدرسہ مفتاح العلوم حیدر آباد میں داخل ہوئے۔ جہاں آپ نے اپنے رحیم و شفیق استاذ قاری احمد حسن صاحب سے صرف 8 ماہ کے عرصہ میں حفظ کی تکمیل کی اور اسی سال تراویح میں قرآن کریم سنانے کی سعادت بھی حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے وہیں مولانا صالح محمد صاحب سے درسِ نظامی کا آغاز کیا اور علوم و فنون کی اکثر کتابیں انہیں سے پڑھیں۔ اس دوران مولانا عبدالرؤف (فاضل دارالعلوم دیوبند) اور مولانا شمس الدین صاحب سے بھی اکتساب علم کیا۔ یہاں آپ کے ہم سبقوں میں مولانا رحمت اللہ، مولانا عبدالباقی، مولانا عبدالباری اور مولانا حسین احمد شرودی بھی شامل تھے۔

مدرسہ مفتاح العلوم میں تعلیم کے دوران امتحان کے لیے ٹنڈو آلہ یار سے مولانا سلیم اللہ خان صاحب اور مفتی رشید احمد صاحب تشریف لائے وہ آپ کی خداداد ذہانت سے اتنے متاثر ہوئے کہ 50 نمبروں میں سے اعزازی 52 نمبر عطا فرمائے۔

مولانا صالح محمد صاحب کی بھرپور توجہ اور شفقت کی بدولت آپ نے فاضل عربی، فاضل فارسی اور فاضل اُردو کے امتحانات بھی اول بدرجہ اوّل پاس کیے۔ پھر 14 برس کی عمر میں موقوف علیہ کے لیے المدرسہ العالمیہ نیو ٹاؤن کراچی میں داخل ہوئے اور مولانا محمد یوسف بنوری، مفتی ولی حسن ٹونکی جیسے اساطین علم سے صرف 16 برس کی عمر میں دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ یہاں آپ کے ہم سبقوں میں مفتی نظام الدین شامزئی صاحب بھی تھے۔ نیو

ٹاؤن سے فراغت کے بعد آپ کچھ عرصہ مدرسہ انوریہ طاہر والی، بہاول پور میں مولانا منظور احمد نعمانی صاحب سے مستفید ہوئے۔ یہاں آپ کے ہم سبقوں میں مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی اور مولانا قاری محمد یوسف احرار تھے۔

علوم عقلیہ ونقلیہ میں کسب کمال کے بعد آپ نے اپنی مادرِعلمی مدرسہ مفتاح العلوم حیدر آباد سے تدریس کا آغاز کیا۔ جلد بعد ہی آپ کا داخلہ کلیۃ القرآن، اسلامیہ یونیورسٹی مدینہ منورہ میں ہوگیا۔ وہاں آپ نے شیخ المقرئین عبدالفتاح القاضی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ مدینہ منورہ میں ہی آپ کو شیخ القراء قاری فتح محمد پانی پتی کی خدمت کی سعادت بھی حاصل ہوئی آپ تقریباً دس برس مدینہ منورہ میں تعلیم وتعلم میں مصروف عمل رہے۔ آپ نے کلیۃ القرآن اسلامیہ یونیورسٹی سے نہ صرف گولڈ میڈل حاصل کیا تھا بلکہ مثالی طالب علم کا اعزاز بھی اپنے نام کیا۔

1981ء میں آپ کی بطور مبعوث پاکستان مراجعت ہوئی اور مختلف تعلیمی اداروں، انجینئرنگ یونیورسٹی، ادارہ علم وتحقیق فتحیہ پنجاب یونیورسٹی، جامعہ عربیہ گوجرانوالہ اور جامعہ رحمانیہ لاہور میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 1981ء سے تادم واپسیں 25 جون 2022ء تک آپ جامعہ فتحیہ میں اعزازی طور پر تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مہتمم دوم میاں محمد اسلم جان صاحب کے ساتھ آپ کے بہت اچھے مراسم تھے۔ آپ کی ان کے ساتھ ہفتہ وار علمی مجالس 1999ء میاں صاحب کی وفات تک جاری رہیں۔ جب جامعہ فتحیہ میں فاضل عربی کا کورس کروایا جاتا تھا تو آپ ہی کی بدولت فاضل عربی کروانے والے مدارس میں جامعہ کو ایک نمایاں مقام حاصل رہا۔ درسِ نظامی کی طرف مراجعت کے بعد آپ جامعہ فتحیہ میں شیخ الحدیث کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ آپ نے ربع صدی سے زائد عسکری آفیسرز کالونی میں خطابت کی ذمہ داری نبھائی جبکہ جامع مسجد توحید اہل حدیث رحمان پورہ میں درس قرآن میں چار بار قرآن کریم کی تکمیل کی۔

جامعہ فتحیہ میں آپ کے نمایاں شاگردوں میں حافظ میاں محمد نعمان، ڈاکٹر سعید احمد عاطف، ڈاکٹر ضیاء الحق قمر، ڈاکٹر ابوبکر چوہدری، قاری عطاء الرحمٰن یوسف، مولانا عبدالسلام، مولانا ذیشان انجم، ڈاکٹر عبدالرحمٰن، قاری محمد قاسم اور محمد انور قیصرانی ہیں۔

آپ ایک بھر پور علمی وعملی زندگی گذارنے کے بعد جون 2022ء کی صبح اپنے ہزاروں محبین کو داغ مفارقت دے کر یَآاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ o ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً o کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے خالق کے حضور پیش ہوگئے۔

خطاب جانشین امیر شریعت، امام اہل سنت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ قسط نمبر (4)

واقعاتِ سیرت طیبہ و سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم

حضور کی اماں جان کہاں کی تھیں؟ مدینے کی، خاندان کونسا ہے؟ بنو نجّار، رشتہ داری بنو زہرہ سے بھی تھی۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص بنو زہرہ میں سے تھے۔ اور حضور کی امّاں کے رشتے میں بھائی لگتے تھے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کا بدنصیب بیٹا حضرت حسین کے مقابلے میں کربلا کے اندر فوج کا کمانڈر تھا عمرو ابن سعد، دور صحابہ کا ہے نا بھائی، تو اُن کی اولاد ہی تو آگے آئے گی چاہے اچھائی میں چاہے بُرائی میں۔ حضرت علی صحابی بیٹا حَسن اور حُسین، معاویہ صحابی بیٹا یزید سمجھ آ رہی ہے نا؟ عبدالرحمٰن یہ دو بیٹے تھے۔ ایک مر گیا تھا۔ عبدالرحمٰن غالباً مر گیا اور عبداللہ کافی دیر تک زندہ رہا۔ اسی طرح شمر، باپ صحابی ہیں۔ شمر ابن نوفل ابن عثمان ذی الجوشن الذبابی، بہت بزرگ صحابی ہیں ذی الجوش بیٹا شمر ہے۔ عمر و فوج کا کمانڈر ہے باپ کون ہے؟ رسول اللہ کے ماموں، فاتح ایران، صاحب عشرہ مبشرہ، قطعی جنتی، مُبشرِ بالجنہ صحابی تھے دورِ صحابہ کا ہے۔ اولاد چاہے کچھ ہو خدا نے کسی کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا۔ اپنے اپنے عمل سے کوئی جنت میں جائے گا صحابہ کا ٹھیکہ خدا نے لے لیا ہے باقی کسی کا ٹھیکہ نہیں لیا۔ صحابہ کے متعلق کہہ دیا کہ جہاں نبی ہے وہیں یہ ہوں گے آیت میں نے شروع میں پڑھی تھی۔ ہاں اُمت میں کچھ لوگ ہیں کہ جائیں گے یقیناً بے حساب بھی جائیں گے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد آتا ہے غالباً میں نے ترمذی کے سبق کے دوران پڑھا تھا کہ اٹھارہ ہزار وہ لوگ ہوں گے۔ کسی روایت میں ستر ہزار بھی ہیں۔ حضور کی امت میں سے جو بے حساب و کتاب جنت میں جائیں گے۔ تو صحابہ تو بخشے بخشائے تھے لیکن تسلی کے لیے حضرت عکاشہ بن محصن اَسدی کھڑے ہو گئے **فقام عكاشةُ ابن المحصن الاسدی فقال یارسول الله اُدعُ لِیْ ان اکون منهم**۔ بنو اسد میں سے حضرت عُکاشہ چھوٹے کاف کے ساتھ بن محصن الاسدی کھڑے ہو گئے کہ یارسول اللہ میرے لیے بھی دعا کیجئے۔ میں اُن لوگوں میں سے اُٹھوں جو قیامت کے دن بے حساب جنت میں جائیں گے۔ حضور نے فرمایا اَنْتَ مِنْهُمْ تو اُنہی میں سے ہے فقام رجل آخر اک ہور بیلی وی اُٹھیا کہ یارسول اللہ وایضاً میرے واسطے بھی دُعا فرمایا کہ مقامت قد سَبَقَتْ عکاشۃ۔ عکاشہ بازی لے گیا اپنی جگہ بیٹھو۔ یہ بتانے کی بات نہیں تھی کیونکہ حساب کتاب ایک ہو گا رسمی ایک غیر رسمی۔ صحابہ کا حساب کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایسا ہی ہو گا جیسے چیکنگ پوسٹ پر پوچھا جاتا ہے۔

اسی طرح حضور کریم معراج میں جب تشریف لے گئے تو ہر آسمان کے دروازے پر فرشتہ پہنچ کے پوچھتا تھا جبرئیل سے مَن کہ اَنا جبریل کہ وَمَنْ مَعَک کہ محمد ن النبی کہ نال کون ہے بھئی؟ اخے جی محمد اے کہن لگے مرحباً مرحباً جی آیاں نوں مدّت دا انتظار اے۔ دروازے کھُلتے تھے حضور دوسرے آسمان کی طرف چلے جاتے حضور خود فرماتے ہیں کہ جب قیامت میں میں جنت میں جاؤں گا۔ تو سب سے پہلے قبر سے میں نکلوں گا۔ پھر فرماتے ہیں اَنا

اوّل مَن تَنْشَقُّ عَنْهُ القَبَر سب سے پہلے یہ بھورے رنگ کی زمین کا پردہ جس کی قبر سے چاک ہوگا وہ میں ہوں گا۔ اور فرماتے ہیں جس طرح میں ہوں ابوبکر وعمر دائیں بائیں کھڑے تھے روائت میرے لکھی ہوئی موجود ہے۔ حجرے سے نکلے مسجد میں آئے کیونکہ حضور کا حجرہ ابوبکر وعمر کا بھی گھر تھا۔ عمر کی بیٹی حفصہ حضور کی بیوی ابوبکر کی بیٹی عائشہ حضور کی بیوی حضور کے دونوں دوست بھی ہیں دونوں سُسر بھی ہیں دونوں کی بیٹیاں حضور کے گھر میں بھی ہیں تو خانہ واحد تھا اندر سے نکلے مسجد کے دروازے پر آئے کچھ صحابی بیٹھے تھے اُنہوں نے بڑے تعجب سے مُسکرا کر کے دیکھا حضور بازار چلے گئے واپس آئے تو دیکھنے والوں نے پھر دیکھا حضور نے منشا سمجھ لیا کہ میرا ابوبکر وعمر کے ساتھ یوں چلنا اس کے لیے توجہ کا باعث ہے فرمایا۔ کیا دیکھتے ہو؟ جس طرح اس وقت دیکھتے ہو کہ میرا دایاں ہاتھ ابوبکر کے بائیں کندھے پر ہے اور میرا بایاں ہاتھ عمر کے دائیں کندھے پر ہے۔ جس طرح ہُن میں کھلوتاں اِنجے ای تِنّوں اسی قبر توں باہر نکلاں گے تے انجے ای تِنّوں جنت وِچ جاواں گے۔

معلوم ہوا کہ ان تینوں کے سوا جنت کی سرزمین پر کوئی مائی کا لال ان سے پہلے قدم نہیں رکھ سکے گا۔ آگے فرماتے ہیں جب میں جنت کے دروازے پر جاؤں گا فالاوّلُ من یقرءُ باب الجنۃِ سب سے پہلے دروازہ جنت کا میں کھٹکھٹاؤں گا۔ کھولو بھائی بوہا، اُون والے آ گئے تو اندر سے نام ہے جنت کے داروغے کا وہ کہے گا مَن بِالبَاب؟ کہ دروازے تے کون ہے بھائی؟ بحیثیت تعارف، کیونکہ دروازہ کھولنا ہے۔ تو فرمائیں گے کہ انا مُحمد صلی اللہ علیہ وسلم، خُتِم نبیون میں وہ ہوں کہ جس کے وجود پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا انا العاقب والحاشر و ماحی تو جواب آئے گا کہ مرحباً بالنبی مرحباً بالرسول الآخر. بذالک اُمرتُ جی آیاں نوں کروڑاں ورے گزر گئے سن حکم ایوای سی کہ جداُ وہ آوے تے بوہا کھولو۔ بسم اللہ تشریف لایئے۔ ہے نا چیکنگ؟ کیا اللہ کو پتہ نہیں کہ محمد آ رہے ہیں؟ اللہ کے فرشتے ہیں اللہ میاں اُن کو بتا نہیں سکتے؟ قانون کی تکمیل یوں ہوتی ہے۔ اس طرح چیکنگ ہوتی ہے تو چیکنگ میں پوچھا جاتا ہے کہ کون ہو؟ صحابہ کرام سے قیامت کے دن بس اتنی سی چیکنگ کی جائے گی کہ کون ہے محمد کے ساتھ؟ تو جواب آئے گا۔ ابوبکر ہیں، عمر ہیں، عثمان ہیں، علی ہیں، زبیر ہیں، طلحہ ہیں۔ تو جواب آئے گا کہ تم معصوم ہو یہ معصوم نہیں تھے۔ انہوں نے تیری پیروی کر کے معصوموں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ بشر ہونے کی حیثیت سے ان کی لغزشیں ہیں لیکن تیری نبوت کی برکت سے سب کو معافی جتنے ہو سب ساتھ لے جاؤ۔ اتنی سی چیکنگ کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ میں نے جو آیت پڑھی سورۃ تحریم کی اُس کے اندر یہی لکھا ہے کہ یُوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنو معہ، کہ قیامت کا دن وہ دن ہوگا کہ جب خدا نہ اپنے نبی کو شرمندہ کرے گا نہ اُس کے ساتھیوں کو شرمندہ کرے گا۔ شرمندہ وہ ہوتا ہے جس کے اعمال کی کتاب کھول دی جائے۔ صحابہ کے اعمال نیک ہی نیک ہیں۔ لیکن رسمی کارروائی نہ ہو تو پھر خدا کا قانون پورا نہیں ہوتا۔

شفاعت کا قانون بعد میں ہے۔ خدا کی مرضی کا قانون اُس سے پہلے ہے۔ تو صحابہ کو کھڑا کیا جائے گا۔

مقامِ حساب کتاب میں۔ لیکن اُمت سے جیسا حساب لیا جاتا ہے صحابہ سے ایسا حساب قیامت والے دن بھی نہیں لیا جائے گا، وقتی چیکنگ ہو گی اور اس کے بعد اللہ فرماتے ہیں، نہ اُن کے اعمال میں کوئی ایسی گڑبڑ ہو گی نہ میں اُن کو شرمندہ کروں گا۔ میرا نبی معصوم ہے، اس سے تو غلطی کا وہم گمان بھی نہیں تو جب وہ معصوم بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائے گا تو جو اُس کے پیروکار، اس کے صحابی ہیں، وہ بھی اس کی برکت سے اپنے نیک اعمال کی وجہ سے وہ بھی بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔ یہ ضمنی بات آ گئی تو میں کہہ یہ رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیالی خاندان مدینے میں رہتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اماں کی بھی تو کوئی جائیداد تھی؟ چلو کچی جھگی سہی، دو کوٹھڑیوں والا گھروندا سہی، کوئی گھر تو تھا نا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال کا؟ کہ جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو جانب شمال چلتے گئے۔ ساڑھے تین میل کے فاصلے پر قبا میں تشریف لے گئے۔ حضرت کلثوم ابن ہدم کے مکان پر قیام فرمایا۔ بڑے بزرگ صحابی تھے۔ دوسرے صحابی، اُن کے مکان پر صدیق اکبر نے قیام فرمایا، چند دنوں کے بعد علی بھی آ گئے۔ فاطمہ بھی آ گئیں (رضی اللہ عنہم) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان بھی آ گیا۔ تو وہاں پر جانے کے بعد پھر چودہویں دن منگل کے دن حضور کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے دوسرا جمعہ قبا کے باہر بنو سالم کی مسجد میں ادا کیا پھر قبا سے سفر کیا تو اور تپتی ہوئی دوپہر میں مدینے کے اندر داخلہ ہوا۔ بنو انصار، بنو نجار، بنو عبدالاسد وغیرہ کے پانچ سو مسلح صحابی نوجوان تلواریں حمائل کر کے مسلح ہو کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو گھیرے میں لے کر قبا سے چلے ہیں اور ابوایوب انصاری کے مکان تک حضور کا جلوس لائے ہیں۔

انس بن مالک صحابی ہیں، اُن کی گواہی ہے کہ میں بچہ تھا، میں دوڑتا پھرتا تھا، مدینے کے بچوں کے ساتھ۔ تین چار سال کا میں بچہ تھا۔ تو لوگ کہتے تھے ''جاء النبی'' آج نبی آ گیا۔ میں بھاگ رہا تھا، مجھے نظر کچھ نہیں آتا تھا۔ آگے بڑھتا گیا، بڑھتا گیا حتیٰ کہ میں نے آواز سنی کہ ایک جلوس آ رہا ہے۔ پانچ سو آدمی ہیں، ہتھیاروں سے مسلح ہیں، درمیان میں ایک من موہنی صورت وہ ہے، وہ اونٹنی پر سوار ہے اور نعرہ یہ لگ رہا کہ جاءَ نبی، جاءَ محمد۔ جاءَ نبی، جاءَ محمد۔ یہ انصارِ مدینہ کا سلوگن تھا اس دن۔ جاءَ نبی، جاءَ محمد۔ اور ایک آواز آئی تھی اللہ اکبر۔ نعرہ لگا تو نعرۂ تکبیر ہی لگا ہے وہاں پر بھی۔ مجھے بات یہ بتانی تھی، چودہ سو برس پیشتر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا جلوس نکلا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس میں بھی نعرہ کون سا لگا ہے؟ نعرۂ تکبیر، آپ بھی کہہ دیں نعرۂ تکبیر۔ اللہ اکبر۔

نعرہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لگا ہے، اصل نعرہ تو وہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے، مجھے بتانے کی بات اس ضمن میں یہ ہے کہ رستے میں جتنے قبیلے تھے انصار کے۔ ہر ایک کا سربراہ باہر نکل کر کہہ رہا تھا کہ ہنیئا لک یارسول اللہ۔ جی آیاں نوں۔ مبارکباد۔ آپ تشریف لائیں۔ ہر قسم کی راحت آپ کے لیے ہے۔ ہر قسم کا ڈیفنس آپ کے لیے ہے۔ آپ کی جوتی کی نوک کو یہاں کوئی دیکھ نہیں سکے گا۔ گھر حاضر ہے۔ جان مال حاضر ہے۔ بیوی بچے کی خدمتیں میں حاضر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے میری اونٹنی کی مہار نہ پکڑو ''**دعوھا**

انھا مامورۃ ''۔اس کی مہار چھوڑ دو۔اس کو کہیں اور بیٹھنے کا حکم ہے۔ جہاں حکم ہے وہیں بیٹھے گی اور کہیں نہیں بیٹھے گی۔ دیکھ لیں نبی کی اونٹنی بھی اونٹنیوں سے نرالی ہے۔پیغمبر کریم کہو صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے قصویٰ اونٹنی پر بیٹھ کر طواف کیا(نوٹ: یہاں محمد بن عبدالوہاب کے اونٹنی پر بیٹھ کر غالباً طوافِ کعبہ کا ذکر ہے اور ایک دو فقرے شاید ریکارڈ ہونے سے بھی رہ گئے ہوں، البتہ بات وہی چل رہی ہے۔)

وہ سمجھا تھا محمد بن عبداللہ کی اونٹنی بیٹھی ہے، محمد بن عبدالوہاب کی اونٹنی بھی بیٹھے گی۔اونٹنی تو دیکھنے میں ایک ہے لیکن جو اونٹنی پر سوار ہے، اس کی عقل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے پاؤں جتنی بھی نہیں۔ یہ کہا سمجھ سکتا ہے کہ پیغمبر کی اونٹنی کو اللہ نے کیا حکم دے رکھا تھا۔پیغمبر کی اونٹنی کو حکم نہیں تھا کہ کوئی گستاخی کا عمل ہو جائے۔معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جیسے وہ باوضو ہو کر گئی ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اونٹنی بھی باوضو ہو کر کعبہ کے صحن میں گئی ہے کہ طواف کے دوران اس نے پیشاب نہیں کیا، مینگنیاں نہیں کیں، جیسے گئی تھی ویسے ہی باہر آ گئی۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، **دعوھا**۔ چھے، سات، آٹھ قبیلوں کے سربراہوں نے جتنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیالی رشتہ دار تھے، سب نے کہا یا **رسول اللہ! ھذا منزلک** یہاں آپ کو سب کچھ مہیا ہوگا، تشریف لائیں۔فرمایا: دعوہا۔اینے نہیں بہینا۔انہا مامورۃ۔ اینوں حکم اے، جتھے حکم اے، اوتھے بہوے گی۔حتی کہ جہاں مسجدِ نبوی کا دروازہ ہے، وہ اونٹنی یہاں آئی۔صحابہ نے کہیا، بس ٹھیک اے۔فرمایا اوں ہونہہ۔ابھی بھی مت کہو، ابھی کہیں اور جائے گی یہ۔اونٹنی پھر دوبارہ اٹھی اور پیچھے آ کر ابوایوب انصاری کے مکان پر بیٹھ گئی۔اور گردن زمین پر ڈال دی، ٹانگیں پسار لیں، فرمایا: یہ ہے اس کی آخری منزل۔اس نے دونوں منزلیں بتائیں کہ میرا اصل مکان تو مسجد کے ساتھ ہوگا۔عارضی قیام گاہ ابوایوب انصاری کا مکان ہوگا۔ پہلا قیام، پہلے جو گھٹنے ٹیکے ہیں قصویٰ اونٹنی نے تو وہ حضور کی مسجد کے دروازے والی جگہ پر بیٹھی ہے۔ تھوڑی دیر بیٹھی پھر اُٹھ کھڑی ہوئی۔فرمایا کچھ مَت کہو۔تم دیکھتے جاؤ ہوتا کیا ہے؟ پھر وہاں آ کر بیٹھی جہاں ابوایوب انصاری کے مکان کا دروازہ تھا۔ابوایوب بھاگے ہوئے آئے اُنہوں نے کہا کہیں کوئی اور صحابی حضور کا سامان پکڑ کر اپنے گھر نہ لے جائے۔سب کچھ پھڑ کے ویہڑے وچ سُٹیا کہندے حضور ہُن کسے نوں ہتھ نہیں پون دیندا بس تشریف لے آؤ۔چھیتی چھیتی سارا سامان پھڑیا تے گھر سُٹ دِتا۔ہن ویہڑے وچوں کون باہر کڈھے؟ اندر تشریف لے گئے۔ پھر وہاں پر قیام کیا کتنے روز قیام ہوا۔ پہلے اوپر قیام تھا پھر فرمانے لگے۔ مجھے میرے دوست آتے ہیں ساتھی آتے ہیں تکلیف ہوتی ہے۔میں نیچے رہوں گا۔ نچلی منزل پر قیام فرمایا سردیوں کا موسم تھا یا گرمیوں کا موسم تھا سردی آ گئی ہوگی؟ سردی آ گئی تھی۔تو اس کے بعد حضرت ابوایوب وہ اپنے مکان کی چھت کے ایک کونے میں میاں بیوی بے چارے دُبکے رہتے تھے کہ حکم کے پابند ہیں ورنہ ضمیر برداشت نہیں کرتا کہ ساری کائنات کا سردار تو نچلی منزل میں ہو اور ہم عین اُس کے سر کے مقابلے میں کوٹھے پر بیٹھے ہوں۔تو ساری رات ایک لحاف بچھا کر ایک کونے میں میاں بیوی دبکے رہتے تھے کہ ہمارا پاؤں حضور اقدس کے جسم مبارک کی سیدھ پر نہ آئے باقی جو ہوتا ہے

ہو جائے۔ مسئلہ ادب کا ہے۔ شریعت بھی ادب کے ساتھ چلتی ہے بغیر ادب کے شریعت بھی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ تو مجھے کہنا یہ ہے کہ مکے میں حضور کے چچوں کے جتنے گھر تھے، ان میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تھا جو دادا اپنا مکان چھوڑ کر گیا، اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تھا۔ مدینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نھیال ہے، ماں کی طرف سے جو جائیداد بنتی تھی اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تھا کہ نہیں؟ جن کو ایک ہزار میل دور یا آٹھ سو میل دور یا چھے سو میل دور، جن کو فدک کی بستی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر ہے، وہ مجھے مدینے کے اندر گھر کی زمین کی بات کیوں نہیں بتاتے؟ وہ مجھے ساڑھے تین سو میل دور مکے کے گھروں کی بات کیوں نہیں بتاتے؟ یہاں نبی نے اپنا حصہ کیوں نہیں مانگا؟ بیٹی کے لیے، نواسوں کے لیے، داماد کے لیے، حصہ وہ چھوڑ کر جائے گا جو پہلے اپنے دادا اور اپنے باپ اور چچوں اور اپنی ماں اور خالہ اور اپنی نانی سے اپنا حصہ وصول کرے گا۔ جس نے مکے میں دادا کے مکان سے حصہ نہیں لیا۔ جس نے مدینے میں ماں کے مکان سے حصہ نہیں لیا، اس کی بیٹی کو ابوبکر مکان کا حصہ کیسے دے دیتا؟ زمین کیسے دے دیتا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل سے بتا دیا، اس لیے یہ حدیث اگر کسی کی نہ سمجھ میں آئے تو یہ واقعہ حدیث کی تائید کر کے اس کو اور مضبوط کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں جاگیر تھی تو فاطمۃ الزہرا کو فدک کا ایک کور دیہہ چھوٹی سی بستی تو یاد آئی، مدینے میں نانی کا، دادی کا مکان کیوں نہیں مانگا؟ مانگنا تو وہ چاہیے تھا کہ جو میرے ابا کو اپنی ماں کی طرف سے ملا، وہ مکان مجھ کو دو۔ وہاں فاطمہ بھی چپ ہے، وہاں علی پہلے سے چپ تھے، وہ بھی چپ ہیں۔ مکے میں ہجرت کر کے گئے۔ مالک بن گئے، حکمران ہو گئے، قائد المسلمین بن گئے، امیر المؤمنین بن گئے، خلیفۃ اللہ فی الارض بن گئے۔ ابو طالب، عبداللہ اور زبیر، مقوّم، حجل، ضرار، وعباس، حارث کا، کسی چچا تایا کے مکان کیا ایک کوٹھڑی کا ایک انچ بھی تو نبی نے نہیں مانگا کہ میرا مکان مجھ کو دو۔ میں رہوں نہ رہوں جو میری جاگیر بنتی ہے، میری وراثت بنتی ہے، وہ چیز میرے حوالے کرو اور جو اس میں ناجائز قابضین ہو، وہ نکل جاؤ۔ آج میں حکم دیتا ہوں۔ نبی نے تو اپنے ساتھیوں کو اُن کے مملوکہ مکانوں میں رہنے سے بھی روک دیا وہ اپنی جائیداد کیسے حاصل کر سکتے تھے جو نبی ہونے کی حیثیت سے اُن کو اللہ کی طرف سے لینے کی اجازت ہی نہیں تھی۔ (جاری ہے)

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی نوراللہ مرقدہ

قادیانیت کا ضروری تعارف

تیرھویں صدی ہجری کے بالکل آخر زمانہ میں بلکہ چودھویں صدی ہجری کے اول ہی میں صوبہ پنجاب کے علاقہ، قادیان میں مرزا غلام احمد نامی ایک شخص تھا جس نے حکومت وقت (انگریز) کے اشارہ پر نبوت کی ایک نئی تشریح اور نبوت کا دعویٰ بھی کیا جس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

قادیانیت کا پس منظر:

۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد اس باب میں کہ مسلمانوں کو اب کیا کرنا چاہیے۔ مسلم مفکرین کی رائیں مختلف تھیں:

(۱) مسلم مفکر (بعض) یہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے لیے دفتروں اور ملازمتوں میں کچھ رعایت لے کر مغربی فکر ونظر سے سمجھوتہ کر لینا چاہئے اور مسلمانوں کو دنیوی تعلیم میں اتنا آگے نکل جانا چاہئے کہ غلام ہندستان میں رہ کر کسی دوسری قوم سے پیچھے نہ رہیں۔ یہ راستہ ابتدا میں بالکل بے ضرر تھا لیکن مغربی فکر ونظر سے سمجھوتہ کرتے ہوئے انجام کار اپنے ماضی سے کٹنا لازمی تھا۔ چنانچہ جلد ہی اس کا نتیجہ یہ نکلا عقائد، افکار میں ڈھلنے لگے اور اعمال وسعت قلب (کشادہ ذہنی) کی بھینٹ چڑھنے لگے جس کا متوارث اسلام (حقیقی اسلام) سے کوئی اسنادی تعلق (مستند رشتہ) نہ تھا۔

(۲) محدثین دہلی کے پیرو اس بات کے حامی تھے کہ مغربی فکر ونظر سے سمجھوتہ نہ ہونا چاہیے۔ انگریزی زبان بیشک سیکھ لی جائے مگر انگریزی تہذیب وتمدن کو نہ اپنایا جائے اور درس وتدریس، تزکیہ وتعلیم کے ذریعہ اسلام کی علمی اور فکری قوت کو محفوظ رکھا جائے جس سے پھر کسی وقت راہِ عمل کے چراغ روشن ہو سکیں۔ یہ حضرات اپنی فکر ونظر کے موجد وبانی نہ تھے بلکہ علم نبوت کے ترجمان اور متوارث اسلام کے داعی تھے۔ اور اسی راہ سے وہ ملت اسلامیہ کی رہنمائی کرنا چاہتے تھے۔ ان کا اسنادی (ثبوت کا) پہلو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، بزرگانِ اسلام اور محدثین دہلی سے مربوط (جڑا ہوا) تھا۔

(۳) مسلمانان ہند (کے ایک حلقے) میں ایک خیال یہ بھی کام کر رہا تھا کہ نماز، روزہ جیسے چند اعمال اسلام کو باقی رکھ کر انگریزی عملداری کو خلوص قلب سے اپنا لیا جائے اور انگریزوں کو اپنے اولی الامر (صاحب امر) میں داخل سمجھا جائے دنیوی مراعات حاصل کرنے کے سوا ان کا کوئی مطمح نظر نہ تھا۔ انگریزوں سے کامل وفاداری کے اظہار کے لیے یہ لوگ محدثین دہلی کے خلاف دم مارتے رہے اور ان کی مرکزی دینی رہنمائی انہیں بہت کھٹکتی تھی۔ اس دور کے قریب کئی دنیادار مشائخ کو استحکام ملا اور ان کی گدیوں نے باقاعدہ شکل اختیار کر لی۔ مگر انگریزوں کو اولی الامر میں داخل کرنے کے لیے ان کی آواز پھر بھی کافی نہ تھی۔ اس کام کے لیے نبوت کی ہدایت درکار تھی۔ انگریزوں نے

ضرورت محسوس کی کہ غلام ہندوستان میں ایک نبوت بھی قائم کی جائے جو انہیں اولی الامر میں داخل کرے۔ چنانچہ ۱۸۶۹ء میں انگریزوں نے ایک کمیشن لندن سے ہندوستان بھیجا تا کہ وہ انگریز کے متعلق مسلمانوں کا مزاج معلوم کرے اور آئندہ کے لیے مسلمانوں کو رام کرنے کی تجاویز مرتب کرے۔ اس کمیشن نے ایک سال ہندوستان میں رہ کر مسلمانوں کے حالات معلوم کیے۔

۱۸۷۰ء میں وائٹ ہاؤس لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کمیشن کے نمائندوں کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشنری کے پادری بھی شریک ہوئے۔

رپورٹ پادری صاحبان:

یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں جو ''ظلی نبوت'' کا دعویٰ کرنے کو تیار ہو جائے تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہو جائیں گے لیکن مسلمانوں میں سے اس قسم کے دعویٰ کے لیے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ مشکل حل ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں، وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطۂ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی۔ لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمراں ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن وامان بھی بحال ہو گیا ہے تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبہ پر عمل کرنا چاہیے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔ (اقتباس مطبوعہ رپورٹ کانفرنس وائٹ ہاؤس لندن منعقدہ ۱۸۷۰ء) (ماخوذ دی ارائیول آف برٹش امپائران انڈیا) (بحوالہ الرشید دارالعلوم نمبر ص ۱۰۵ تا ص ۱۰۷)

اس پس منظر میں مرزا غلام احمد نے جنم لیا تھا جس نے ابتداء میں اپنے آپ کو دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں مناظر کی حیثیت سے پیش کیا اور اس طرح مسلمانوں کے درمیان اپنا ایک مقام بنا لیا اور لوگوں سے خراج تحسین بھی وصول کیا۔ کچھ دنوں بعد اس شخص نے اپنے آپ کو ''مجدد'' بھی کہنا شروع کر دیا اور اپنے الہامات کو ''وحی الٰہی'' کی حیثیت سے ''براہین احمدیہ'' میں شائع کیا جسے دیکھ کر بعض علماء اس چھپی ہوئی گمراہی کو تاڑ گئے اور ۱۳۰۱ھ میں پہلی بار اس کے خلاف فتویٰ شائع کیا گیا کہ یہ شخص مسلمان نہیں ہے بلکہ اپنے عقائد و نظریات کے اعتبار سے زندیق اور خارج از اسلام ہے۔ اسی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کے سالانہ جلسے میں سب حضرات علماء جمع ہوئے تو دارالعلوم دیوبند کے اول صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے صورتحال بیان کر کے فتویٰ چاہا گیا تو حضرت موصوف علیہ

الرحمہ نے یہ تحریری جواب فتویٰ مرحمت فرمایا:

''یہ شخص مرزا غلام احمد قادیانی لامذہب (دہریہ) معلوم ہوتا ہے۔ اس شخص نے اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل نہیں کیا۔ اس کو کس کی روح سے اولسیت ہے۔ (عزازیل کی روح سے ہوسکتی ہے۔ ناقل) مگر اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت اور علاقہ نہیں رکھتے۔'' (دار العلوم عبد الرشید ص ۶۷۶)

دعوے نبوت کے لیے زبردست فریب:

مرزا غلام احمد نے آہستہ آہستہ مجددیت اور مہدیت کے جھوٹے اور پرفریب دعووں سے گذر کر دعویٰ نبوت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا نظریہ ایجاد کیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار تو چھٹی صدی عیسوی میں بمقام مکہ (عرب میں) مبعوث ہوئے تھے اور (نعوذ اللہ) دوسری مرتبہ (توبہ توبہ) اس ہرزہ گو مرزا غلام احمد کی شکل میں بمقام قادیان مبعوث ہوئے۔ مکی بعثت و نبوت کا دور تیرھویں صدی ہجری پر ختم ہو گیا اور اب چودھویں صدی ہجری سے قیامت تک کذاب قادیانی کی بعثت کا دور ہوگا اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو تیرھویں صدی ہجری کے بعد ختم اور کالعدم قرار دے کر ''خاتم النبیین'' کا منصب خود سنبھال لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات مخصوصہ کو اپنی جانب منسوب کر کے قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں بے دریغ تحریف کر ڈالی۔ اسلامی عقائد کا مذاق اڑایا۔ انبیاء علیہم السلام کو گالیاں تک دے ڈالیں۔ (اپنے فرقہ کے سوا) تمام امت مسلمہ کو گمراہ اور کافر مشرک قرار دیا۔ قصر اسلام کو منہدم کر کے ''جدید عیسائیت'' کی بنیاد رکھی۔ انگریز کی ابدی غلامی کو مسلمانوں کے لیے فرض واجب قرار دیا۔ مسئلہ جہاد کو حرام و منسوخ ٹھہرایا اور مجاہدین اسلام کو منکر خدا قرار دیا۔

اگر مرزا نے یہ دعویٰ نبوت دور صدیقی نہیں بلکہ عثمانی دور خلافت ترکی میں کیا ہوتا تو اس کا انجام اسود کذاب اور مسیلمہ کذاب کے انجام سے ہرگز مختلف نہ ہوتا بلکہ اس سرزمین کفر میں بھی جہاں تاج برطانیہ کا سایہ اسے حاصل تھا وہ ایک زمانہ تک خوف و ہراس کا شکار تھا۔ ذیل میں ہم اس کی تحریر نقل کرتے ہیں جس میں اس نے اپنی جماعت کو گورنمنٹ برطانیہ کے احسانات کی اصلی قدر و قیمت کا احساس دلایا ہے۔ اپنے رسالہ ''تبلیغ رسالت صفحہ ۱۲۲ جلد ۱۰'' میں لکھتا ہے، ملاحظہ ہو:

''خدا تعالیٰ کی حکمت و مصلحت ہے کہ اس نے اس گورنمنٹ کو اس بات کے لیے چن لیا ہے کہ فرقہ ''احمدیہ'' (قادیانیہ) اس کے زیر سایہ ظالموں کے خونخوار حملوں سے اپنے تئیں بچاؤ اور ترقی کرے۔ کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ تم سلطان روم (خلافت ترکی) کی عملداری میں رہ کر یا مکہ مدینہ ہی میں گھر بنا کر شریر لوگوں (مسلمانوں) کے حملہ سے بچ

سکتے ہو؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ایک ہی ہفتہ میں تم تلوارے ٹکڑ ٹکڑے کیے جاؤ گے۔تم سن چکے ہو کس طرح صاحب زادہ عبداللطیف جب میری جماعت میں داخل ہوئے تو محض اس قصورے کہ میری تعلیم کے موافق جہاد کے مخالف ہو گئے تھے امیر حبیب اللہ نے نہایت بے رحمی سے انہیں سنگسار کروادیا۔پس کیا تمہیں توقع ہے کہ تمہیں اسلامی سلطنتوں کے ماتحت کوئی خوشی میسرآئے گی؟ بلکہ تم تمام اسلامی مخالف علماء کے فتووں کی رو سے واجب القتل ٹھہر چکے ہو۔‘‘

دو ایک اقتباسات اور بھی ملاحظہ ہوں:

’’احمدیوں کی آزادی تاج برطانیہ سے وابستہ ہے۔لہٰذا تمام سچے احمدی جو حضرت مرزا صاحب کو مامور من اللہ اور ایک مقدس انسان تصور کرتے ہیں بدون کسی خوشامد اور چاپلوسی کے دل سے یقین کرتے ہیں کہ برٹش گورنمنٹ ان کے لیے فضل ایزدی اور سایہ رحمت ہے اوراس کی ہستی کو وہ اپنی ہستی خیال کرتے ہیں

(اخبار الفضل ۱۳ستمبر ۱۹۱۴ء)

’’مسلمانوں کا فرض ہے جس کے ترک سے وہ خدا کے گنہگار ہوں گے کہ اس گورنمنٹ کے سچے خیرخواہ اور دلی جاں نثار ہو جائیں‘‘۔(تریاق القلوب صفحہ۳، ۳۰۷)

عقیدۂ ختم نبوت کا انکار:

’’یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔‘‘

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۲۸)

حقیقی نبی ہونے کا بھی دعویٰ

بہت سے قادیانی اب تک لوگوں کو مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور نبوت کی مختلف قسمیں (بروزی ظلی ،تشریعی ،غیر تشریعی) کر کے بات کو الجھانے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن خلیفہ جی نے مرزا جی کے حقیقی نبی ہونے کی بات کہہ کر سارے پردے اٹھا دیئے ہیں ملاحظہ ہو’’شریعت اسلامی نبی کے جو معنی بیان کرتی ہے اس معنی سے حضرت صاحب (مرزا جی) ہرگز ہرگز مجازی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۷۴)

ماسٹر تاج الدین انصاری مرحوم

قسط نمبر 3

سرخ لکیر

ایک ہی استدعا:

مسلمانوں کی طرف سے ایک ہی درخواست کی گئی کہ مسلمانوں کو شہر کے ایک حصہ میں جہاں وہ اس وقت سمٹ کر جمع ہو گئے ہیں۔ آباد رہنے دیا جائے اور اس حصہ پر مسلمان ملٹری کا پہرہ لگا دیا جائے فوجی کرنل موجود تھا، سردار عبدالرب نشتر نے جوں توں کر کے یہ فیصلہ کرا ہی دیا، مگر ڈپٹی کمشنر برابر اڑنگا لگاتا رہا، ہم نے سردار صاحب کو علیحدہ لے جا کر صاف طور سے جتلا دیا کہ یہ ڈپٹی کمشنر آپ کے فیصلے کو عملی جامہ نہیں پہننے دے گا۔ اس لیے آپ خاص طور پر تاکید فرماتے جائیں۔ چنانچہ سخت تاکید کے بعد سردار عبدالرب نشتر جالندھر تشریف لے گئے۔

ہمارا اندیشہ درست نکلا، مسلمان ملٹری کو تعینات نہ کیا گیا اور ہندو سکھ ملٹری نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا، بلاوجہ مسلمانوں کو مار گرایا جاتا، اور انھیں راہ چلتے خوب تنگ کیا جاتا، آخر ایک روز ڈپٹی کمشنر نے اپنے اس اعلان سے خبث باطن کا مظاہرہ کر ہی ڈالا۔

’’دو گھنٹہ کے اندر تمام مسلمان اپنی تشریف کا ٹوکرا بڈھا نالہ پر لے جائیں اور شہر خالی کر دیں ورنہ حکومت ان کے جان و مال کی ذمہ دار نہ ہوگی‘‘۔

اس اعلان میں ڈپٹی کمشنر کے دلی جذبات منظر عام پر آ گئے مسلمانوں پر بے پناہ مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، پردے دار بیبیاں سروں پر گٹھڑیاں اٹھائے گرتی پڑتی ریلوے سٹیشن پر جا پہنچیں، اکثر لوگ خالی ہاتھ نکل پڑے، کروڑوں روپیوں کی جائیداد کروڑوں کا مال اور کروڑوں روپے نقد چھوڑ کر شہری آبادی نے سٹیشن کا رُخ کیا اور ابھی وہاں تک پہنچنے نہ پائے تھے کہ سکھ بلوائیوں نے پولیس کی موجودگی میں حملہ کر دیا اور خستہ حال لوگ جو تھوڑا بہت سامان زر نقد لے کر جا رہے تھے۔ انھیں لُوٹ لیا گیا، جس وقت یہ تباہ حال مسلمان سٹیشن پر پہنچے ہیں تو معصوم بچوں اور مظلوم عورتوں کی چیخ پکار سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی، ابھی ان ستم زدہ اشخاص کو سنبھلنے کا موقع نہ ملا تھا کہ سیوا سنگھ کے کسی سُورما نے مسلمان ہجوم پر بم پھینک دیا، جس سے متعدد اشخاص زخمی ہوئے اور دو تین شہید ہو گئے۔ ہم نے فوراً موقع پر پہنچ کر ملزم کو پکڑنے کی کوشش کی۔ بلوچ ملٹری سٹیشن پر متعین تھی، اس کے چند جوان موقع واردات کی طرف لپکے، مگر ہندو اور سکھ ہجوم نے ملزم کو چھپا لیا اور گرفتار نہ ہونے دیا۔

اس واقعہ سے بلوچ جوانوں کی آنکھوں میں خون اُتر آیا، وہ رائفلیں تان کر کھڑے ہو گئے۔ راستہ روک دیا، اور ہر ایک ہندو اور سکھ کو مسلمانوں کی طرف آنے کی ممانعت کر دی ابھی دو گھنٹے نہ گذرے تھے کہ ڈپٹی کمشنر نے ایک اور حکم سنا دیا بقول ؎

اور چرکہ دیا جلاّد نے جاتے جاتے !

وہ حکم یہ تھا۔

’’ریلوے سٹیشن خالی کردو، باہر کی سڑکیں بھی خالی کردو، اور شہر کے اس پار جہاں محلّہ چھاؤنی کا میدان ہے، (کھلے میدان میں) ڈیرہ جماؤ یہاں رہنے کی اجازت نہیں، اگر یہاں ٹھہرو گے تو ہم تمہاری حفاظت کے ذمہ دار نہیں‘‘۔

تھکے ماندے لوگ بوڑھی عورتیں اور بچے سخت پریشان ہوئے کہ تھوڑا بہت اسباب جو تانگے والوں کو چالیس چالیس روپے دے کر یہاں بمشکل لائے ہیں، اسے ایک میل کے فاصلہ پر کس طرح لے جائیں۔ سخت پریشانی کا عالم تھا، مگر حکم حاکم مرگ مفاجات آخر میں نے مسلمانوں کو سمجھایا کہ یہاں ٹھہرنا اب خطرے سے خالی نہیں، حکام ہم کو تباہ و برباد کرنے کی قسم کھا چکے ہیں، میں نے یہ کہہ کر اپنے بچوں کو ہمراہ لیا اور چل پڑا مجھے جاتے دیکھ کر بہت سے دوسرے لوگ بھی ہمراہ چل پڑے۔

غرضیکہ گرتے پڑتے دریا کے کنارے پہنچے تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا، توحید کے پرستار محلّہ کی مسجدوں میں جا پہنچے اور معبودِ حقیقی کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ محلّہ چھاؤنی کے مسلمانوں نے صحیح معنوں میں انصار کی ڈیوٹی ادا کی چودھری عبدالحق میونسپل کمشنر اور ان کے معزز ساتھیوں نے جو کچھ میسر آیا پکا کر حاضر کر دیا، دو دن یہ مہمان نوازی جاری رہی، لوگوں نے چین کا سانس لیا، کچھ لوگ اپنے ہمراہ کھانے کا سامان بھی لے آئے، چند دن بھوک کا شکوہ نہ ہوا، مسلم لیگ کے رہنماؤں نے جن میں میاں محمود علی عارف، بلال احمد صاحب، پروفیسر عباس، مسٹر ظہور احمد صاحب وکیل اور دوسرے احباب تھے، آٹے دال کا بندوبست کیا، مگر مشکل یہ تھی ’’آٹا کہاں سے لایا جائے‘‘؟ بازار جانے کی اجازت نہ تھی، اِدھر اُدھر سے کچھ آٹا مہیا کیا گیا، اور کسی طرح گذارہ ہوتا رہا۔

مشکلات کے پہاڑ:

اپنے شہر سے باہر ہم بے کس مسافروں کی طرح ڈیرے ڈالے پڑے تھے، دیکھتے دیکھتے ایک ایسا شہر آباد ہو گیا جس میں سربفلک اور خوشنما عمارتوں کی بجائے پھٹی پرانی چادروں اور کمبلوں سے بنائی ہوئی جھونپڑیاں تھیں، تاکہ تمازتِ آفتاب سے پناہ مل سکے، بڑے چھوٹے اور امیر و غریب کی تمیز اُٹھ چکی تھی، اللہ کی بچھائی ہوئی زمین پر آسمان کی نیلی چھت کے نیچے یہ بندگانِ خدا مل جل کر مصیبت کے دن گزارنے لگے۔

صبح سویرے ہمارے کیمپ کے نزدیک سپیشل ٹرین آکھڑی ہوئی، گھبرائے ہوئے مسلمان میدان حشر کا نمونہ پیش کر رہے تھے نفسی نفسی کا عالم تھا، ماں کو بیٹی کا خیال نہ تھا، بھائی بہنوں کو نظر انداز کرنے لگے، لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے، پردے تک کی سُدھ بُدھ نہ تھی، ہم بہتیری کوشش کرتے اور سمجھاتے کہ صبر اور حوصلہ سے کام لو، سب ہی کو جانا ہے آہستہ آہستہ سب پاکستان پہنچ جائیں گے، مگر کون سنتا تھا، یہ وہ وقت تھا جب دیہات کے لوگ اپنے اپنے دیہات میں موجود تھے۔ ابھی ان کے قدم اکھڑے نہ تھے، تمام مسلمان آبادی بیٹ کے علاقہ میں امید و بیم میں زندگی گزار رہی تھی۔ یہ صرف لدھیانہ شہر کے باشندے تھے۔ جن کی تعداد کم و بیش ساٹھ ستر ہزار ہو گی، غرضیکہ ریل گاڑیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا۔

مسلم لیگ کے بعض مقامی لیڈروں نے مجھ سے کہا کہ ہمارا ارادہ لاہور جا کر وزرأ کو متنبہ کرنے کا ہے، ہم انھیں ذمہ داریوں کا احساس دلائیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے آپ کو ووٹ دیئے، آپ ہمارے نمائندے ہیں، اس

مصیبت میں ہمارا ہاتھ بٹائیے۔ بات معقول تھی، میں نے بھی سر تسلیم خم کر دیا، کچھ دوست دوسرے دن روانہ ہو گئے، مجھے اطمینان ہو گیا کہ یہ لوگ بروقت امداد بھجوانے کا بندوبست کریں گے، ہماری مصیبتیں ہلکی ہو جائیں گی، یہ حقیقت ہے کہ ان مسلم لیگی دوستوں نے وزارت سے بہت کچھ کہا، مجھے ایک دوست نے بتایا مظہر جمیل صاحب نے جو پہلے سے لاہور میں موجود تھے بڑی جرأت سے کام لیا اور وزارتی کوٹھیوں پر پہنچ کر احتجاج کیا اور ان کی کاریں بھی روک لیں، مگر وزراء اس اچانک مصیبت سے سخت گھبراہٹ اور پریشانی میں تھے، ابھی قلمدان وزارت سنبھالنے نہ پائے تھے کہ مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اب میرے پاس کیمپ میں پروفیسر غلام عباس تھے جو برابر ہاتھ بٹا رہے تھے، چونکہ لاہور سے ہمیں کسی نے تسلی بخش جواب نہ بھیجا اور نہ ہی ہمیں کوئی امداد ہی ملی، اس لیے میں نے ایک روز پروفیسر غلام عباس صاحب کو مجبور کیا اور کہا کہ آپ نے کیمپ کی ضروریات کو خود دیکھ لیا ہے اور آپ کو اچھا خاصہ تجربہ بھی ہو چکا ہے۔ بہتر ہوگا آپ تشریف لے جائیں اور رہنمایان مسلم لیگ اور وزارت سے ہماری ہر ممکن امداد کی درخواست کریں۔ پروفیسر صاحب کیمپ میں خدمت کرنا چاہتے تھے، میرے مجبور کرنے پر وہ لاہور تشریف لے گئے، اب میں تنہا رہ گیا اور پچھتا رہا تھا کہ لاہور کے ذمہ دار حضرات نے دستگیری نہیں فرمائی، میں نے اپنے ساتھیوں کو کیوں جانے دیا؟

بہر حال مجھے اس کیمپ میں سے کارکنوں کو تلاش کر کے ساتھ ملانا پڑا، راشن ختم ہو گیا، لوگ بھوک سے چلانے لگے، ڈپٹی کمشنر خوش تھا، اس نے کبھی کیمپ میں آنے کی زحمت گوارا نہیں کی، بلکہ آنے جانے کی تمام راہیں بند کرا دیں، گویا ہمارا ریلیف کیمپ ایک بڑا جیل خانہ تھا جس میں قیدیوں کو بھوکا مارا جائے خدا بھلا کرے مسٹر شرما آئی سی ایس لیزاِن آفیسر کا کہ وہ ہماری خیریت پوچھنے آئے، ہم نے پہلی ہی ملاقات میں دیکھ لیا کہ آدمی شریف ہے، انسانی ہمدردی موجود ہے، ہم نے اپنا تمام دُکھ انھیں سنایا، وہ سب کچھ نوٹ کر کے لے گئے، اسی عرصہ میں دیہاتی مسلمان گروہ در گروہ آنے لگے۔ دس ہزار، پانچ ہزار، بیس ہزار غرضیکہ ہر روز آنے والوں کا ایک تانتا بندھ جاتا اب ہمارا کیمپ شہر سے لے کر دریائے ستلج تک تقریباً سات میل لمبا ہو گیا، مگر اس مصیبت میں ایک آسانی بھی تھی کہ دیہاتی مسلمان اپنے گڈوں پر کچھ رسد لاد کر لے آئے تھے، اُن کے پاس سامان خورد نوش کے علاوہ کافی گندم بھی تھی، ان دیہاتی بھائیوں نے ہمارا ہاتھ بٹایا، بعض نے خدا واسطے اور بعض نے سستے مہنگے داموں غلہ دیا، مگر اتنے بڑے قافلہ میں ایک دفعہ بھوک کا سوال پیدا ہو جائے پھر وہ سوال دبنے کی بجائے تیز ہو جایا کرتا ہے۔

مسٹر شرما نے ہمیں دس بوری آٹا لا کر دیا، ہمارے لیے یہی بہت کچھ تھا، بھوکوں کو کچھ سہارا ہو گیا۔ دو دن بعد پھر گیارہ بوری آٹا بھیج دیا، غرضیکہ ہمارے آنسو پچھنے لگے۔ تین دن بعد وہ بارہ بوری لے آئے، اب ہمیں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر ہم سخت تقاضا کریں اور مسٹر شرما قائل ہو جائیں تو شاید آٹے کی مقدار بڑھ جائے، چنانچہ ہم نے مسٹر شرما کو منا لیا، وہ ڈپٹی کمشنر سے بھڑ گئے، ڈپٹی کمشنر کہتا تھا، مرنے دو کم بختوں کو بھُوکا مرنے دو، مگر شرما صاحب کہتے تھے کہ آپ کو جوابدہ ہونا پڑے گا، پاکستان آپ سے مطالبہ کرے گا کہ ہمارے آدمیوں کو بھوکوں کیوں مارا۔ غرضیکہ بہت سی تھوکا فضیحتی کے بعد ہمارے لیے روزانہ پچیس بوری آٹا کا بندوبست ہو گیا، مگر لاکھ کے قریب انسانوں میں ۲۵ بوری

آٹا کیونکر تقسیم کیا جا سکتا۔ یہی آٹا ہمارے لیے مصیبت بن گیا، جو لوگ بھوکے رہ جاتے وہ ہمارے کارکنوں کو کوستے اور کہتے ظالمو! ہمارے حصہ کا آٹا کہاں ہے؟ تم ہم کو بھوکا مار رہے ہو، تقسیم کرنے والے کارکن افسردہ خاطر میرے پاس پہنچتے اور کہتے کہ ہماری توبہ، ہم اس کام سے باز آئے، میں انھیں تسلی دیتا اور کہتا کہ قومی خدمت میں یہی انعام ملا کرتا ہے۔ اللہ کی خوشنودی کے لیے اس کے بندوں کی خدمت کرتے جاؤ وہ اجر دینے والا ہے۔ بہر حال یہ کھینچا تانی جاری رہی اور کسی نہ کسی طرح ہمارے کیمپ کے لوگ زندگی کے دن صبر وشکر سے گذارتے رہے۔

طِفل تسلی کا دور

میں کیمپ میں بیٹھا پناہ گزینوں کی داستانِ غم سُن رہا تھا کہ ہمارا ایک کارکن دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا، آپ نے ریڈیو سنا؟ میں نے کہا، بھائی یہاں ریڈیو کا کیا کام وہ کہنے لگا اجی چھاؤنی محلّہ میں ایک دوست کے مکان پر ریڈیو ہے، آج پاکستان ریڈیو نے یہ خبر نشر کی ہے کہ لدھیانہ کے لیے حکومت پاکستان نے مسٹر بشیر احمد کو لیزان آفیسر مقرر کر دیا ہے، میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا، اور میں نے سمجھا کہ اب ہمارے بھلے دن آگئے ہمارا اپنا لیزان آفیسر ہوگا، اس کی جیپ کار ہوگی فوجی ٹرک ہوگا، مسلمان فوجی ہوں گے، وغیرہ وغیرہ یقیناً اب ہمیں کوئی ہندو فوجی یا ایڈیشنل پولیس کا سکھ نہ ستا سکے گا دل سے دعا نکلی، اللہ پاکستان گورنمنٹ کا بھلا کرے جس نے بیکس مسلمانوں کی فریاد سنی، اور امداد بھیج دی۔ اب ہماری آنکھیں جرنیلی سڑک کا طواف کرنے لگیں کہ اب ہمارا لیزان آفیسر آتا ہے، ایک دن، دو دن، چار دن، دس دن، پندرہ دن، غرض کہ انتظار کا زمانہ طویل ہوتا گیا، اتنا عرصہ تو کسی عاشق نے معشوق کے راستہ میں آنکھیں نہ بچھائی ہونگی، جتنی ہم ریلیف کیمپ والوں نے اپنے لیزان آفیسر کی راہ تکی کچھ دنوں بعد جب ہم مایوس ہوگئے تو لدھیانہ کے دو دوست لاہور سے تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ مسٹر بشیر صاحب لیزان آفیسر جالندھر آگئے ہیں، ہم ان کے ہمراہ تھے، ایک دوست مسٹر اسلم نے کہا کہ میں اُن کا پی اے ہوں۔ ہم ان سے بغلگیر ہوئے اور پوچھا کہ وہ کب آرہے ہیں فرمانے لگے بس کل یا زیادہ سے زیادہ پرسوں تشریف لے آئیں گے بہت ہی شریف آدمی ہیں بڑے ہمدرد انسان ہیں ہماری تسلی ہوگئی اب ہماری جگہ انتظار کرنے کی ڈیوٹی مسٹر اسلم نے سنبھال وہ صبح سویرے ہی جی ٹی روڈ پر جا بیٹھتے اور بڑھے نالے کی بے ربط موجوں کو گنتے گنتے تھک جاتے، شام ہوتی تو اداس اُداس واپس آجاتے بے چارہ شریف نوجوان پریشان بھی ہوتا اور شرمندہ بھی غرضکہ کافی دنوں انتظار کے بعد اسلم صاحب بھی ڈھونڈنے کے لیے جالندھر کے راستے لاہور روانہ ہوگئے۔

ایک ماہ بعد کیمپ کے وسطی علاقہ سے ایک پناہ گزین دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا کہ مبارک ہو لیزان مسٹر بشیر صاحب تشریف لے آئے وہ آپ کے پاس نہیں پہنچے؟ میں نے نفی میں جواب دیا، دیہاتی کہنے لگا کہ ان کے پاس جیپ کار اور فوجی پہرہ دار بھی تھا، وہ سڑک کے کنارے کار روک کر ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ لوگو! جس افسر کا تمھیں انتظار تھا وہ افسر میں ہوں میں آگیا ہوں اور کیمپ کی طرف جا رہا ہوں۔

غرضکہ خداوند یسوع مسیح کے ارشاد کے مطابق جس طرح انہوں نے بائبل ایک باب میں فرمایا کہ اے لوگو جس کا تمھیں انتظار تھا وہ آگیا اور وہ میں ہوں بشیر احمد صاحب نے سیدھے سشن جج یا خدا جانے ڈپٹی کمشنر کی کوٹھی کا

رُخ کیا اور یہیں سے لاہور تشریف لے گئے۔

یہ تھی طفل تسلی جو پاکستان ریڈیو نے نشر کی اور یہ تھے ہمارے لیزان آفیسر جن کے سپرد لدھیانہ کیمپ کی دیکھ بھال تھی، وقت تھا گذر گیا، اب شکوہ وشکایت کا موقع نہیں۔

سفینہ جبکہ کنارے پر آلگا غالب
خدا سے کیا ستم وجور ناخدا کہیے

آفاتِ ارضی وسماوی کا نزول:

ہمارا شہر جسے ہم بہت ہی صاف ستھرا رکھنے کی عادی تھے۔ سکھوں اور پناہ گزین ہندوؤں کے ہجوم نے اس قدر گندہ کر دیا کہ سڑکوں پر کوڑے کرکٹ کے ڈھیر لگ گئے تمام شہر متعفن ہوگیا، جدھر دیکھئے غلاظت کے ڈھیر نظر آتے۔ نتیجہ کے طور پر شہر میں ہیضہ پھوٹ پڑا روزانہ پچاسوں انسان مرنے لگے، یہ وبا کسی نہ کسی طرح ہمارے کیمپ تک بھی پہنچ گئی۔ دو چار آدمی ہمارے ہاں بھی ہیضہ سے مرنے لگے۔ ڈاکٹر براؤن کے ہسپتال سے نرسیں اور لیڈی ڈاکٹرز آ گئیں۔ ڈاکٹر پولک اور ڈاکٹر مارٹین دونوں عورتیں یوروپین ہیں، وہ دن میں کئی بار ہمارے کیمپ کا معائنہ کرتیں جب مرض پھیلنا شروع ہوا تو وہ میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ ہم نے ہیضہ کے انجکشن منگوائے ہیں، آپ لوگوں کو آمادہ کیجئے کہ وہ انجکشن لگوائیں میں ان کے ہمراہ ہوگیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو کیمپ میں دوڑا دیا کہ سب کو لائنوں میں کھڑا کر دو، اور زبردستی اور جبر کی ضرورت پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کرو، کیونکہ انسانی جان بچانے کے لیے سختی بھی جائز ہے۔

غرضکہ ایک ہفتہ میں چالیس ہزار مسلمانوں کو انجکشن لگا دیا گیا، مرنے والوں کی تعداد کم ہونے لگی، یعنی دن میں دو چار اور کبھی کبھی ناغہ بھی ہونے لگا ہمارا کیمپ بھی کسی قدر گندہ ہوگیا۔ لوگوں میں قوتِ مدافعت کم ہوگئی اور بے حوصلہ لوگ صفائی کی طرف سے مُنہ پھیرنے لگے، انگریز نرسوں نے انسانی خدمت کا بہت بلند معیار پیش کیا ہمیں یوں محسوس ہوتا تھا کہ انسانی امداد کے لیے آسمان سے فرشتے اُتر آئے ہیں، گندے جسم کے لوگوں کو وہ اس محبت بھرے انداز میں اٹھاتی تھیں کہ مُنہ سے بے اختیار دعائیں نکلتیں، کاش یہ نیک عورتیں مسلمان ہوتیں یا مسلمان عورتیں ایسی خدمت گذار۔

ہیضہ کا زور کم ہوا تو آسمان پر بادل گھر آئے کالی کالی گھٹاؤں کے ساتھ خنک ہوائیں چلنے لگیں، موسم بدل چکا تھا، گرمی کم ہوگئی، رات کو چادر اوڑھنے کی ضرورت محسوس ہوتی اور پچھلے پہر کمبل اوڑھنے کی، بادل گرجنا شروع ہوئے، ہمارے دل سہم گئے، ہمارے سامنے کیمپ کی بیکسی کا نقشہ تھا ہم میں سے اکثر سجدوں میں گر گئے اور گڑگڑا کر دعائیں مانگنے لگے۔ کہ اے خدا ہم جنگل میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں ہمارے پاس کوئی سامان نہیں، بارش آگئی تو لاکھ کے قریب انسان کہاں پناہ ڈھونڈیں گے تو ہی ہمارا ملجا وماویٰ ہے، ہوا کے تیز تیز جھونکے بادلوں کو اُڑا کر لے گئے۔ ہماری جان میں جان آئی اللہ کا شکر ادا کیا پھر بھی ہلکے ہلکے بادل اِدھر اُدھر اُڑے پھرتے اور ہمیں ڈرا رہے تھے۔ لوگوں نے بادلوں کی بے رخی دیکھ کر خود کو سنبھالنا شروع کر دیا ہم نے کچھ لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ نشیب کو چھوڑ دیں اور بلند سطح پر ڈیرہ جمالیں مگر اس قدر بلندی کہاں تھی کہ سب سما سکیں۔

دو دن بعد پھر کالی گھٹائیں آ گئیں، بادل گرجنے لگے، غریب مسلمانوں کے دل دہلنے لگے، بارش شروع ہوگئی اور چھاجوں مینہ برسنے لگا، کچھ لوگ جان بچانے کے لیے چھاؤنی محلّہ کی طرف بھاگ پڑے، ان دنوں ہمارے کیمپ پر مسلمان ملٹری کا پہرہ تھا، ملٹری کا جمعدار آیا وہ مجھے کہنے لگا کہ میں چھاؤنی کے بند مکانوں کو کھلواتا ہوں اور اپنے فوجیوں کو بھیجتا ہوں، آپ عورتوں اور بچوں کو بھیجئے تاکہ انھیں مکانوں کے اندر پناہ دی جا سکے، میں نے تمام ساتھیوں کو جمع کیا اور کیمپ کا رُخ کیا ہم جس قدر زیادہ سے زیادہ خاندانوں کو لا سکتے تھے لائے، پانی نے جل تھل کر دیا بھیگتے بھاگتے اور گرتے پڑتے لوگ کسی نہ کسی طرح محلّہ میں داخل ہوگئے مگر یہ تھے کتنے؟ بہت ہی کم، باقی تمام نے چادروں کے کمزور سائبانوں میں خود کو چھپانا چاہا مگر ہوائے تیز اور تند جھونکوں اور بارش کی اندھا دھند یورش نے سب کچھ درہم برہم کر دیا۔ قیامت صغریٰ کا نمونہ تھا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، رات بھر مینہ برستا رہا۔ صبح ہوتے اور تیز ہوگیا، شام ہوئی رات آ گئی لیکن بارش کو بند نہ ہونا تھا۔ کوئی کوئی کچا مکان گرنے لگا۔ بعض پختہ مکانوں کی باری بھی آ گئی اس آفت میں کھانا پینا کیسا، تیسرے دن بارش تھمی باہر نکلے چاروں طرف پانی ہی پانی نظر آتا تھا، فوج کا بریگیڈیر آ گیا یہ ایک شریف قسم کا انگریز افسر تھا۔ میری اس سے کچھ دن پہلے کی شناسائی تھی، اس نے کہا مسٹر تاج آؤ میرے ساتھ چلتے ہو۔ دیکھیں کیمپ کے اس سرے کا کیا حال ہے؟ وہاں دریائے ستلج قریب ہے۔ میں ان کی جیپ کار میں بیٹھ گیا، پانچ میل کے فاصلے پر پانی نے سڑک کا راستہ روک لیا تھا، مگر بریگیڈیر نے حوصلہ سے کام لیا اور کار کو پانی میں ڈال دیا، دو منٹ میں ہم پانی پار کر گئے۔ آگے جا کر دیکھا کچھ مویشی بہے جا رہے تھے اور کچھ عورتیں اور بچے پانی میں گھرے ہوئے تھے۔ ہم نے انھیں کم پانی کی طرف آنے کا مشورہ دیا اور پھر انھیں سڑک کے راستے کیمپ کی طرف بھیج دیا کچھ بکریاں بہہ گئیں انسانی جانوں کا بھی کافی نقصان ہوا۔

بریگیڈیر نے مجھے پوچھا کہ کیا اب یہ پانی کم ہو جائے گا مجھے دریائے ستلج کی طغیانی کا تجربہ تھا میں نے اسے کہہ دیا کہ آج پانی اسی قدر رہے گا مگر کل کے لیے مجھے اندیشہ ہے کیونکہ بارش کے دوسرے روز ستلج میں ضرور طغیانی آتی ہے۔ اُوپر سے پانی کا ریلا آئے گا اور کنارے اچھل پڑیں گے ہم واپس ہوئے اور لوگوں سے کہہ دیا کہ فوراً جگہ چھوڑ کر سڑک پر آ جاؤ جس قدر گڈے بیل نکالے جا سکتے ہیں انھیں نکال لو اور قلعہ کی بلندیوں پر لے آؤ تاکہ آنے والے خطرے سے محفوظ ہو جاؤ۔

میرا خیال درست ثابت ہوا۔ دوسرے دن صبح سویرے لوگ بھاگ پڑے اور کیمپ میں پہنچ کر اطلاع دی کہ پانی کی دیواریں چلی آ رہی ہیں۔ دیکھتے دیکھتے ستلج کا پانی محلّہ چھاؤنی کی دیواروں سے ٹکرانے لگا شام تک یہی قیامت خیز منظر رہا، اندیشہ تھا کہ اگر پانی اور زیادہ چڑھ آیا تو صرف کیمپ بلکہ شہر کی بھی خیر نہیں، رات جاگ کر کاٹی علی الصبح پانی کسی قدر کم ہوا۔ ڈپٹی کمشنر بدل چکا تھا اور اس کی جگہ ایک نہایت نیک اور شریف نوجوان مسٹر سہگل آ گیا تھا، سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی رفو چکر ہو گیا، اس کی جگہ بھی ہمارے ایک پُرانے دوست سردار نریندر سنگھ آ گئے تھے۔ یہ دونوں افسر جائے وقوع پر آ گئے ہر ممکن سہولت تلاش کی گئی مگر خدا کی طرف سے عذاب نازل ہو جائے تو بندے کیا کر سکتے ہیں۔ اب ہمیں یقین ہو گیا کہ ہمارا خدا ہم سے رُوٹھ چکا ہے اسے منائے بغیر چھٹکارا نہیں۔ (جاری ہے)

اخبار الاحرار

شعبہ خدمت خلق مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام اجتماعی وعطیہ قربانی

شعبہ خدمت خلق مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ہمیشہ کی طرح اس سال 1443۔2022 بھی ملک بھر میں اجتماعی وعطیہ قربانی کا اہتمام کیا گیا اور غریب عوام کو بھی عید کی خوشیوں میں شریک کیا گیا۔

مرکز احرار چناب نگر میں کی گئی قربانی کے ذریعے 2 بکرے اور 10 بڑے جانوروں کے 70 حصوں سے حاصل ہونے والا گوشت چناب نگر کے ضرورت مند 600 مسلمان گھرانوں میں تقسیم کر کے انہیں عید کی خوشیوں میں شریک کیا گیا۔ جبکہ ملتان میں 42 جانوروں کے 294 حصوں پر مشتمل اجتماعی وعطیہ قربانی کا اہتمام کیا گیا علاوہ ازیں چیچہ وطنی، لاہور، گجرات، تلہ گنگ وغیرہ میں بھی اجتماعی وعطیہ قربانی کے ذریعے غرباء ومساکین اور نومسلمین کو عید کی خوشیوں میں شریک کیا گیا۔ تمام احباب اور درد دل رکھنے والے مسلمانوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ آئندہ بھی مجلس احرار اسلام کے شعبہ خدمت خلق کے زیر اہتمام ہونے والی قربانی میں اپنا حصہ عطیہ کریں تاکہ چناب نگر جیسے اہم علاقے کے ضرورت مند مسلمانوں تک حلال گوشت پہنچایا جائے قبل اس کے کہ قادیانی گوشت تقسیم کر کے مسلمانوں کو حرام کھانے پر مجبور کریں۔

چناب نگر/ چنیوٹ (یکم جولائی 2022) مجلس احرار اسلام چناب نگر کے زیر اہتمام جامع مسجد احرار میں مجلس احرار کے نومنتخب ناظم اعلی مولانا محمد مغیرہ اور نومنتخب ناظم تبلیغ مولانا سید عطاء المنان بخاری کے اعزاز میں جمعہ کے موقع پر استقبالیہ دیا گیا۔ مجلس احرار کے ناظم اعلی مولانا محمد مغیرہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کو پاکستان کے آئین وقانون کا پابند بنایا جائے۔ آئین پاکستان میں موجود اسلامی دفعات کا تحفظ کرتے رہیں گے، مغرب اور اس کے کارپردازوں کی طرف سے دباؤ کو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا انہوں نے کہا ہم مسلمانوں کے ایمانوں کا تحفظ کرتے رہیں گے۔ سید عطاء المنان بخاری نے کہا کہ پاکستان کی نظریاتی وجغرافیاء سرحدات کا تحفظ کرتے رہیں گے، قادیانی آئین کے غدار ہیں قادیانیوں کو آئین کا پابند بنایا جائے اجتماع میں مجلس احرار چناب نگر کے امیر مہر ریاض ہرل، مولانا محمود الحسن، عبد المجید، مہر فیض احمد ہرل، ڈاکٹر ظہیر احمد حیدری، طلحہ شبیر، مولانا بلال، مولانا عمیر، مولانا محمد طیب ودیگر کارکنان وذمہ داران نے شرکت کی۔ اجلاس کے شرکاء نے متفقہ طور پر قراردادوں میں کہا کہ کہ چناب نگر کو آزاد شہر قرار دیا جائے اور قادیانی غنڈہ گردی ختم کی جائے ایک قرارداد میں کہا کہ ملک سے سودی نظام کا مکمل خاتمہ ہی معیشت کو بہتر کر سکتا ہے سٹیٹ بنک اور دیگر بنکوں کی اپیل کو مسترد کرتے ہیں، ایک اور قرارداد میں کہا گیا آئین کی اسلامی دفعات وتعزیرات کو ہرگز تبدیل نہیں کرنے دیا جائے گا مزید قرارداد میں کہا کہ قادیانیوں کو کی پوسٹوں سے ہٹایا جائے بالخصوص آذربائیجان کے سفیر کو برطرف کیا جائے ایک قرداد میں ہندوستان کی حکومتی پارٹی کے اراکین کی طرف سے توہین رسالت کی مذمت کی گئی اور مطالبہ کیا کہ حکومت ان سے معافی کا مطالبہ کرے۔

لاہور (یکم جولائی 2022) متحدہ علماء کونسل اور تحریک انسداد سود کی اپیل پر مجلس احرار اسلام پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت نے گزشتہ روز ملک بھر میں یوم انسداد سود بھرپور انداز میں منایا۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے رہنماؤں، علماء کرام، خطباء عظام، مبلغین اور ائمہ مساجد نے اپنے اپنے خطبات جمعۃ المبارک اور بیانات میں کہا ہے کہ سود کے

لیکن دین کو جاری رکھنا اللہ تعالیٰ سے کھلی جنگ کا اعلان ہے اگر ہم سودی و یہودی معیشت میں جکڑے رہے تو ہم اپنی معشت کو لے کر کبھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔انہوں نے کہا کہ آج پورا ملک اس بات پر سوگوار ہے کہ جن بنکوں پر ہم ایک عرصہ دراز سے اعتماد کیے ہوئے تھے آج وہی بنک ہمیں اپنے دین پر چلتے ہوئے اسلامی معیشت کو نافذ کرنے سے روک رہے ہیں۔مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید محمد کفیل بخاری، نائب امیر عبداللطیف خالد چیمہ، سید عطاء اللہ شاہ ثالث بخاری، سیکرٹری جنرل مولانا محمد مغیرہ، میاں محمد اویس، مولانا سید عطاء المنان بخاری، سیکرٹری اطلاعات ڈاکٹر محمد عمر فاروق احرار، مولانا محمد تنور الحسن احرار اور دیگر احرار رہنماؤں اور مبلغین نے اپنے خطبات جمعۃ المبارک اور بیانات میں سود کی حرمت کے موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ سود کے ذریعے سے یہودی لابیاں اپنی مکروہ سازشوں میں کامیاب ہوتی ہیں اور مظلوم اقوام کا معاشی واقتصادی گھیرا تنگ کرکے ان کی زندگیوں کو اجیرن کر دیتے ہیں سودی معیشت استحصال کا دوسرا نام ہے ہمارے حکمران اور سیاست دان اسی استحصالی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور غریب عوام کا خون چوس رہے ہیں۔علاوہ ازیں متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے بھی متحدہ علماء کونسل اور تحریک انسداد سود کے مطالبات کی مکمل تائید وحمایت کا اعلان کیا ہے اور کہا ہے کہ سودی و یہودی معیشت سے جان چھڑائے بغیر ہم کسی طور پر بھی آزاد نہیں کہلوا سکتے کیوں کہ ہم پر اصل حکمرانی آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور عالمی مالیاتی اداروں کی ہے جو ہمارے عقیدے اور فکر ونظر پر بھی اثر انداز ہو رہے ہیں۔

لاہور (4 جولائی 2022) مجلس احرار اسلام پاکستان کی نومنتخب مرکزی قیادت نے کہا ہے کہ ہماری منزل حکومت الٰہیہ کا قیام ہے۔آئین کی بالادستی اور دستور پاکستان پر مکمل عمل داری کی پرامن جدوجہد ہر حال میں جاری رہے گی۔سودی معیشت نے استحصالی قوتوں کو پناہ دے رکھی ہے۔مجلس احرار اسلام لاہور کی جانب سے امیر احرار سید محمد کفیل بخاری، نائب امیر عبداللطیف خالد چیمہ، سید عطاء اللہ شاہ ثالث بخاری، سید عطاء المنان بخاری، ڈاکٹر محمد عمر فاروق احرار، حاجی عبدالکریم قمر اور دیگر عہدیداران کے اعزاز میں مرکزی دفتر احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں عشائیہ دیا گیا جس میں ملک محمد یوسف، میاں محمد اویس، حاجی محمد ایوب بٹ، ڈاکٹر محمد آصف، ، قاری محمد قاسم بلوچ، قاری عبدالعزیز یوسف، مولانا عبداللہ مدنی نے بھی شرکت وخطاب کیا سید محمد کفیل بخاری نے عشائیہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اکابرین کی دی ہوئی امانت اور ذمہ داری کے تقاضے محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پورے کرنے کا عزم لے کر نکلے ہیں اور ہم اس راستے پر گامزن ہیں جس راستے پر اکابر احرار ہمیں چھوڑ گئے تھے۔انہوں نے کہا کہ ہم نظریاتی سیاست پر یقین رکھتے ہیں اور اچھے کو اچھا اور برے کو برا کہنا ہماری روایت چلی آ رہی ہے۔عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ قافلۂ احرار سید ابوذر بخاریؒ کے وضع کردہ دستور ومنشور کے مطابق توحید وختم نبوت اور اسوۂ صحابہ کرامؓ کی روشنی میں امت کے اجماعی عقائد کا تحفظ چاہتا ہے انہوں نے کہا کہ دنیا میں عقیدے کی جنگ ہو رہی ہے جو افغانستان میں امارت اسلامی کی شکل میں کامیاب بھی ہوئی ہے دینی طبقات ہی احیائے دین کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔انہوں نے کہا کہ وفاقی شرعی عدالت کے سود کے خلاف تاریخی فیصلے کو سبوتاژ کرنے کی مذموم کوششیں ہو رہی ہیں سید عطاء اللہ شاہ ثالث بخاری نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اکابر احرار نے اپنی زندگیاں کھپا دیں ہم بھی انہیں کے نقش قدم پر چلنے کا عزم لیے پھر رہے ہیں دیگر مقررین نے کہا کہ سود کو جاری رکھنے کی اپیل کرنے والے حکمرانوں کا محاسبہ اور بنکوں کا بائیکاٹ ضروری ہے۔مقررین نے یہ بھی کہا کہ قادیانیت نوازی پہلے کی

طرح اب بھی جاری ہے اور آذربائجان کا پاکستانی سفارتخانہ قادیانیوں کے زیر تسلط ہے اور بلال نامی قادیانی سفیر ہونے کے ناطے قادیانیت کو فروغ دے رہا ہے اور یہ سب کچھ پاکستان کے قومی سرمائے سے ہو رہا ہے۔ تقریب کی ایک قرارداد میں حرمت سود کے حوالے سے متحدہ علماء کونسل اور تحریک انسداد سود کے مطالبات کا اعلان بھی کیا گیا۔

لاہور (19 جولائی 2022) مجلس احرار اسلام پاکستان، تحریک تحفظ ختم نبوت اور مجلس خدام صحابہ پاکستان کے قائدین، رہنماؤں اور مبلغین نے کہا ہے کہ خلیفہ سوم ذوالنورین امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنیؓ دنیا کی وہ واحد شخصیت ہیں جنہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ اللہ کے پیارے پیغمبر کے دوہرے دماد ہیں اور حضرت عثمان غنیؓ کے مال نے جو نفع اسلام اور مسلمانوں کو پہنچایا وہ کسی اور کے مال نے نہیں پہنچایا۔ قائد احرار سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، سید عطاء اللہ شاہ ثالث بخاری، میاں محمد اویس، مولانا محمد مغیرہ، سید عطاء المنان بخاری، مولانا محمد اکمل، مولانا تنویر الحسن اور دیگر رہنماؤں نے حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کی سیرت وفضائل بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ سیرت عثمان غنیؓ پر عمل پیرا ہو کر ہم اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے علمبردار بن سکتے ہیں صحابہ کرام کی پیروی کر کے ہی ہم اسلام کو بطور نظام حیات نافذ کر سکتے ہیں۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ تمام صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں امت جس صحابی کی بھی پیروی کرے گی وہ اسے جنت میں لے جائے گی۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ سیرت وشہادت عثمان غنیؓ ہمیں جو سبق دیتی ہے وہ صراط مستقیم کا سبق ہے اور وہ سبق صبر واستقامت کا سبق ہے، حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت سبائی فتنے کی سازش کا نتیجہ تھا اور اس شہادت کے بعد امت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ یہودیت اور سبائیت نے اسلام کو مختلف روپ بدل کر شدید نقصان پہنچایا ہے جس کے اثرات اب تک موجود ہیں۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ اسلام کا سیاسی نظام جب تک غلبہ نہ پائے گا دنیا میں امن نہ ہوگا اور مجلس احرار اسلام روز اوّل سے ہی اسلام کے غلبے کی مناد اور علمبردار ہے۔

جامع مسجد بلاک 12 چیچہ وطنی میں دو قادیانیوں کا قبول اسلام: (مفتی قاضی ذیشان آفتاب) آج سے 35 سال قبل چیچہ وطنی کے نواحی گاؤں 30۔11 ایل (جو آبادی اور اثر ورسوخ کے لحاظ سے قادیانیت کا گڑھ سمجھا جاتا ہے) کے رہنے والے نوجوان محمود احمد، مولانا غلام اللہ خان رحمتہ اللہ علیہ کے معتمد اور جامع مسجد غلہ منڈی کے خطیب مولانا محمد یار مرحوم سے گفت وشنید کے بعد اسلام کی طرف راغب ہوئے اور مفکر احرار حاجی عبداللطیف خالد چیمہ کی قربت اختیار کی بالآخر ایک خطبہ جمعہ کے موقع پر مرکزی مسجد عثمانیہ میں ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المومن بخاری رحمہ اللہ کے دست حق پر اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات کا بغور مطالعہ کیا تو تحریک ختم نبوت کے ایک شعوری وداعی کارکن بن گئے، شہید ناموس صحابہ حضرت پیر جی مولانا عبدالعلیم شہید رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ نے کاشانۂ رضوان چیچہ وطنی پر انکے نکاح کی تجدید کروائی، اور وہ اپنی محنت مزدوری کے ساتھ ساتھ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے کوشاں ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد وہ کراچی منتقل ہوئے تو وہاں بھی دعوتی اور تبلیغی سلسلہ جاری وساری رکھا، حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر اکابر کے ساتھ برابر تعلق اور ملاقاتیں رکھیں، فدائے احرار بھائی محمد شفیع الرحمٰن احرار سے تعلق خاطر خوب نبھا رہے ہیں۔ گزشتہ چند سالوں میں ان کی دینی محنت کے سبب تقریباً 12 افراد نے (حاجی عبداللطیف خالد چیمہ) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، گذشتہ ماہ محمود احمد کے بڑے بھائی مقبول احمد اپنے گاؤں میں دل کے شدید عارضے میں مبتلا ہو گئے محمود کو اطلاع ملی تو وہ کراچی سے ساہیوال ہسپتال پہنچے دل میں تڑپ یہ تھی کہ میرا بھائی کہیں اسی حالت میں جہنم کا ایندھن نہ بن جائے۔ دعوت اسلام دی حاجی صاحب

اور دوستوں کو دعاؤں کا کہا اللہ سے دعائیں مانگیں جو قبول ہوئیں! مرزائی بھی مقبول کو لالچ دیتے رہے اور دباؤ ڈالتے رہے آخر کار 18 جولائی پیر کو ساڑھے گیار بجے محمود کا حاجی صاحب کو فون آیا کہ ہم آرہے ہیں، نماز ظہر سے پہلے دفتر احرار پہنچے تو ایک کے بجائے دو قادیانی اسلام قبول کرنے کیلئے آئے۔ چیمہ صاحب نے جامع مسجد میں ظہر کی نماز کے بعد اعلان کیا کہ بقیہ نماز کے بعد دو قادیانی مسلمان ہونگے لوگ جم کر بیٹھے، تقریب بانی جامع مسجد بلاک نمبر 12 شیخ اللہ رکھا احرار رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند جناب شیخ عبدالغنی کی صدارت میں منعقد ہوئی، تلاوت ونعت کے بعد محترم حاجی عبداللطیف خالد چیمہ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اس جامع مسجد سے ہمارا خاندانی جماعتی اور تحریکی قدیم تعلق ہے اور یہ جگہ تحفظ عقید ختم نبوت کا ہمیشہ سے مرکز رہی ہے، عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ و دفاع ہمارا پیشہ نہیں بلکہ ہمارا ایمان اور شیوہ ہے ماضی کا ایک واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ ایک بار مرزا طاہر کے چیچہ وطنی کے گاؤں 11L-30 میں آنے کی اطلاع ملی تو اسی جامع مسجد سے سب سے پہلے اسکے آنے پر اعلان کیا گیا اور ضلع بھر میں بھرپور احتجاج کی کال دی گئی جس پر انتظامیہ نے سخت نوٹس لے لیا اور مرزا طاہر کو آنے سے روکدیا۔ مرزائیوں کی کمر توڑ دی اسی گاؤں کے باجوہ اور چودھریوں نے جو بیریئر لگا رکھا تھا کہ کوئی بھی مسلمان، مجلس احرار یا ختم نبوت کا کارکن یہاں پاؤں نہیں رکھ سکتا تو ہم نے خان افضل خان اور حافظ محمد یعقوب نابینا کی قیادت میں اس بیریر کو توڑا اور وہاں داخل ہوے، اس کے بعد چیمہ صاحب نے نومسلم بھائیوں کو کلمہ شہادت عقیدۂ ختم نبوت اور توحید باری کا اقرار واعتراف کروایا۔ اللہ تعالی ان کا ایمان قبول فرمائے

اجلاس بسلسلہ 49 ویں سالانہ مجلس ذکر حسین رضی اللہ عنہ: (محمد فرحان الحق حقانی) مجلس محبان آل واصحاب رسول ملتان کے زیر اہتمام حسب سابق امسال بھی 10 محرم الحرام 1444 ہجری دار بنی ہاشم میں 49 ویں قدیمی سالانہ مجلس ذکر حسین رضی اللہ عنہ تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوگی۔ اسی سلسلہ میں ملتان کے ضلعی امیر مولانا محمد اکمل نے آج مورخہ 22 جولائی 2022ء مجلس احرار اسلام ملتان کے تمام یونٹس کے ذمہ داران اور مدرسہ معمورہ کے اساتذہ کرام کا ایک اہم اور مشترکہ مشاورتی اجلاس طلب کیا ہوا تھا۔ اجلاس کی صدارت ضلعی امیر مولانا محمد اکمل نے فرمائی جبکہ مرکزی ناظم تبلیغ مولانا سید عطاء المنان بخاری، ضلعی ناظم اعلی ابومیسون مولانا اللہ بخش احرار، ضلعی ناظم دعوت وتبلیغ مولانا مفتی محمد نجم الحق، ضلعی نائب امیر سعید احمد انصاری سمیت جماعت کے مختلف یونٹس کے ذمہ داران اور مدرسہ معمورہ کے اساتذہ کرام نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ اجلاس کا آغاز مولانا محمد فیصل اشفاق نے تلاوت قرآن مجید سے کیا۔ مولانا محمد اکمل نے شرکائے اجلاس کے سامنے اجلاس کی غرض وغایت دہرائی اور راقم نے گذشتہ برس کی 48 ویں مجلس ذکر حسین رضی اللہ عنہ کے بعد منعقدہ جائزہ اجلاس میں ذمہ داران احرار کی جانب سے پیش کردہ تجاویز کو شرکائے اجلاس کے سامنے دہرایا اور ان تجاویز کی روشنی میں ذمہ داران احرار سے تفصیلی مشاورت کے بعد باہمی اتفاق رائے سے درج ذیل فیصلے کیئے۔ (1) مجلس ذکر حسین رضی اللہ عنہ کی کامیابی کیلئے جماعت کے تمام یونٹس میں اجلاس رکھے جائیں جن میں مقامی یونٹس کے ذمہ داران وکارکنان کی شرکت کو مقامی یونٹ کے امیر ودیگر ذمہ داران ہر صورت میں یقینی بنائیں۔ (2) 10 محرم سے قبل جماعت کے تمام یونٹس میں مبلغین احرار کی خطبات جمعہ کی ترتیب بنائی جائیگی۔ اسی طرح جماعتی وغیر جماعتی حلقوں میں دروس قرآن کریم بعنوان شخصیت وکردار سیدنا فاروق اعظم و سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنھم اجمعین منعقد کیے جائیں گے۔ ان دروس قرآن کریم کے ذریعے مجلس ذکر حسین رضی اللہ عنہ میں عوام الناس کو بھرپور انداز میں شرکت کی دعوت دی جائیگی۔ ان شآء اللہ

مسافران آخرت

قاری محمد یوسف احرار رحمۃ اللہ علیہ: مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنماء مولانا قاری محمد یوسف احرار 3 جولائی کو انتقال کر گئے۔ قاری محمد یوسف احرار جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کے ذریعے 1970ء کی دہائی میں احرار سے وابستہ ہوئے اور زندگی بھر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں مصروف عمل رہے انہوں نے تیس سال تک مسجد ربانی اکرم آباد والٹن لاہور میں خدمات انجام دیں اور 2008 میں چندرائے روڈ ریس کورس ٹاؤن میں مدرسہ ابی بن کعبؓ اور جامع مسجد ختم نبوت قائم کی۔ مرحوم کی پہلی نماز جنازہ بستی پروچڑاں ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان میں گزشتہ شام ان کے فرزند و جانشین حافظ محمد صفوان یوسف نے پڑھائی جب کہ دوسری نماز جنازہ آج مدرسہ ابی بن کعب جامع مسجد ختم نبوت چندرائے روڈ لاہور کے قریب گراؤنڈ میں حافظ سید محمد معاویہ بخاری نے پڑھائی۔ جس کے بعد ان کے جسد خاکی کو مدرسہ ابی بن کعب میں ہی سپرد خاک کر دیا گیا۔ نماز جنازہ میں ملک بھر سے ہزاروں افراد، مرحوم کے عقیدت مندوں اور احرار و ختم نبوت کے کارکنوں کے علاوہ ممتاز دینی و سیاسی شخصیات نے شرکت کی۔ نماز جنازہ میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید محمد کفیل بخاری، نائب امیر عبداللطیف خالد چیمہ، سید عطاء اللہ شاہ ثالث بخاری، جمعیت علماء اسلام کے رہنماء مولانا محبّ النبی، مولانا اشرف گجر، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، ملک محمد یوسف احرار، ڈاکٹر شاہد محمود کاشمیری، میاں محمد اویس، صدر لاہور حاجی محمد ایوب بٹ، حاجی محمد لطیف، حاجی غلام مصطفیٰ، قاری محمد قاسم بلوچ اور کثیر تعداد میں احرار رہنماؤں، کارکنوں اور دیگر جید علماء کرام و روحانی شخصیات نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر مجلس احرار اسلام ہند کے امیر مولانا محمد عثمان رحمانی اور ملتان، گجرات، جھنگ سمیت دیگر علاقوں کی ماتحت مجالس احرار نے ذمہ داران نے اظہار تعزیت کیا۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کی قیادت اور رہنماؤں نے مشترکہ تعزیتی بیان میں قاری محمد یوسف احرارؒ کی نصف صدی سے زائد دینی و تحریکی اور جماعتی خدمات پر شاندار الفاظ میں نذرانہ عقیدت پیش کیا اور کہا کہ ہم ایک دیرینہ مشفق ساتھی اور رہنما سے محروم ہوگئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

ڈاکٹر عبدالقیوم چوہان مرحوم: ڈاکٹر عبدالقیوم چوہان مورخہ 23 جولائی 2022ء کو اپنے گھر بستی اسلام آباد نزد بدلی شریف ضلع رحیم یار خان میں انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ میاں عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور میاں سراج احمد رحمۃ اللہ علیہ میاں مسعود مدظلہ سے خصوصی تعلق رہا۔ مجلس احرار اسلام کے قدیمی رکن تھے۔ اور ہمیشہ جماعت کا ساتھ نبھایا۔ 1970ء میں بستی اسلام آباد کے سرپرست جام رانجھا، حاجی خدا بخش اور حاجی عبدالجبار صاحب (جو کہ ڈاکٹر عبدالقیوم کے والد صاحب تھے) کی کوشش اور دعوت پر جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بستی اسلام آباد میں تشریف لے گئے اور مولوی قمر الدین مرحوم اور پیر سید غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی ایک پُر وقار اجتماع سے خطاب فرمایا اور مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی اس وقت مذکورہ بالا حضرات نے باقاعدہ جماعت کا فارم پر کیا اور مجلس احرار اسلام کے رکن بنے۔

حضرت اقدس مولانا حکیم سید مکرم حسین سنسار پوری رحمہ اللہ: مولانا حکیم سید مکرم حسین سنسار پوری رحمہ اللہ 22

جولائی 2022 کو ہندوستان میں انتقال کر گئے۔ وہ مرشد احرار حضرت مولانا الشاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے اور اس دور میں آپ کا وجود بالخصوص ہندوستان اور بالعموم پورے عالم کے لیے روحانیت کا مرکز تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کا فیض جاری رکھیں اور خانقاہ رائے پور کا فیض اسی طرح قیامت تک جاری وساری رہے آمین

☆ سید غلام مرتضیٰ شاہ صاحب کی بہو اور سید محمد عمار بخاری کی اہلیہ مرحومہ انتقال 20 جولائی 2022ء

☆ مجلس احرار اسلام ہند کے رہنما، مجاہد ختم نبوت مولانا عبدالکریم مباہلہ رحمہ اللہ کی بھاوج، انتقال 21 جولائی، لاہور

☆ نائب امیر مجلس احرار ضلع ڈیرہ، ملک عاصم عطاء کے سُسر خالد الرحمان کراچی، انتقال 21 جولائی 2022

☆ محسن مدارس دینیہ حافظ محمد نواز کہروڑ پکا والے 21 جولائی کو انتقال کر گئے، درویش صفت انسان تھے، حضرت امیر شریعت اور ابناء امیر شریعت رحمہم اللہ کے ساتھ عقیدت ومحبت کا تعلق تھا۔

☆ شیخ محمود خلیل القاری 25 جون کی صبح مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے نماز جنازہ بعد نماز مغرب مسجد نبوی میں ادا کیا گیا اور جنۃ البقیع میں تدفین کی گئی۔ مرحوم شیخ محمد خلیل کشمیری مرحوم کے فرزند اور مسجد قبلتین کے امام تھے۔ 1439 ہجری کے رمضان المبارک میں مسجد نبوی شریف میں تراویح کے امام بھی رہے۔

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن محمد سلیمان یمنی کے بھائی محمد ذیشان 10 جولائی 2022ء کو انتقال کر گئے

☆ مجلس احرار کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد مغیرہ کے پھوپھو زاد بھائی 6 جولائی کو انتقال کر گئے۔

☆ عالمی مبلغ ختم نبوت مولانا محمد سہیل باوا کے پھوپھا جان 5 جولائی کو کینیڈا میں انتقال کر گئے۔

☆ ہمارے کرم فرما مولانا یاسر محمود کے والد ماجد 4 جولائی کو مانسہرہ میں انتقال کر گئے۔

☆ ملتان میں احرار کے قدیم کارکن بھائی محمد اشرف اور مستری عبدالستار کی والدہ ماجدہ 4 جولائی کو انتقال کر گئیں۔

☆ مجلس احرار ملتان کے نائب امیر قاری عبدالناصر صدیقی کے بڑے بھائی خواجہ عبدالوحید صدیقی، انتقال 15 جولائی

☆ مجلس احرار اسلام قاسم بیلہ کے کارکن حافظ محمد نعمان کی والدہ صاحبہ 14 جولائی کو انتقال کر گئے۔

☆ مجلس احرار تونسہ کے رہنماء ومدرسہ معمورہ ملتان کے سابق طالبعلم حافظ عنایت اللہ کی والدہ ماجدہ، انتقال 16 جولائی

☆ ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے سرکولیشن منیجر محمد یوسف شاد کی خالہ اور ان کے بھائی قاسم فاروق کی خوشدامن (اُمِ زاھد صاحبہ فیصل آباد میں 13/جون کو انتقال کر گئیں۔

☆ چنیوٹ کی صحافت کا ایک باب بند ہوگیا۔ چنیوٹ ضلع بناؤ تحریک کے روح رواں۔ تحریک ختم نبوت کے ایک دلیر مجاہد، چنیوٹ کے حقوق ومسائل کی ہر فورم پر آواز بلند کرنے والے حاجی عبدالغفور زاہد صاحب 19 جولائی کو انتقال کر گئے

☆ جمعیت علماء اسلام (س) پنجاب کے رہنما سید محمد یوسف بخاری کی اہلیہ محترمہ، 11 جولائی کو انتقال کر گئیں، حاجی عبدالکریم قمر و دیگر حضرات نے جنازہ میں شرکت کی جبکہ جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے جناب عبدالکریم قمر کی رہائش گاہ پر ان سے تعزیت کی۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائیں اور درجات بلند فرمائیں، قارئین سے التماس ہے کہ مرحومین کے لیے ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

مسلمانو! پرچم ختمِ نبوت گرنے نہ پائے اور عقیدۂ ختمِ نبوت پر آنچ نہ آئے (امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

فرما گئے یہ ہادی • لا نبی بعدی

45 ویں

سالانہ

ختمِ نبوت کانفرنس

جامع مسجد احرار چناب نگر ضلع چنیوٹ

11 12 ربیع الاول 1444

بیاد

حضرت مولانا سید محمد کفیل شاہ بخاری صاحب
قائد احرار — نواسہ امیر شریعت — حسنی حسینی
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

صاحبزادہ حضرت مولانا عزیز احمد صاحب
نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان
خانقاہ سراجیہ کندیاں

11 ربیع الاول 1444

احرار ورکرز کنونشن بعد نمازِ ظہر

بیانات علماءِ کرام — بعد نمازِ مغرب عالمی قراءِ کرام تلاوت کریں گے

12 ربیع الاول 1444

جلوس بعد نمازِ ظہر
بسلسلہ دعوتِ اسلام
جس میں حسب سابق قادیانیوں کو دعوت اسلام دینے کا فریضہ ادا کیا جائیگا
جامع مسجد احرار تا اڈا چناب نگر

12 ربیع الاول 1444

درسِ قرآنِ حکیم بعد نمازِ فجر / پرچم کشائی صبح 8 بجے / بیانات علماءِ کرام صبح 10 بجے تا 1 بجے دن

ملک بھر سے علماء، مشائخ، شعراء، صحافی، مذہبی، سیاسی، سماجی راہنما، وکلا، طلبا، زعماءِ احرار عقیدۂ ختمِ نبوت، حیاتِ عیسیٰ، مقامِ صحابہ، عصمتِ انبیاء، قادیانیوں اور دیگر غیر مسلموں کو دعوتِ اسلام، احرار اور محاسبۂ قادیانیت جیسے اہم موضوعات پر خطاب فرمائیں گے

بیاد: سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حبیب الرحمن لدھیانوی، چوہدری افضل حق، محمد داؤد غزنوی، شیخ حسام الدین، مظہر علی اظہر، تاج الدین انصاری، عنایت اللہ چشتی، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، محمد حیات، لال حسین اختر، محمد علی جالندھری، محمد یوسف بنوری، خان محمد، ابوذر بخاری، عطاء المحسن بخاری، عطاء المؤمن بخاری، عطاء المہیمن بخاری

شعبہ تبلیغ

تحفظِ ختمِ نبوت

مجلس احرار اسلام پاکستان

رحیم یار خان 0301-7660168	چناب نگر 0301-3138803	گجرات 0301-6221750
آزاد کشمیر 0301-5310385	ملتان 0300-6385277	چیچہ وطنی 0315-6381977
کراچی 0308-5838395	لاہور 0300-4037315	تلہ گنگ 0300-5780390
راولپنڈی 0300-9793093	ڈسکہ 0303-4611460	سیالکوٹ 0307-6101608

باہتمام ذکا پرنٹرز سیلی 0300-6288071

آئیے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY
کیئر فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز
Head Office: Canal View, Lahore
الحمدللہ!
فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ
آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس